عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۱۰ روپے

شمارہ: ۲۹ | ۲۲ تا ۲۸/رمضان ۱۴۳۴ھ مطابق یکم تا ۷/اگست ۲۰۱۳ء | جلد: ۳۲

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف

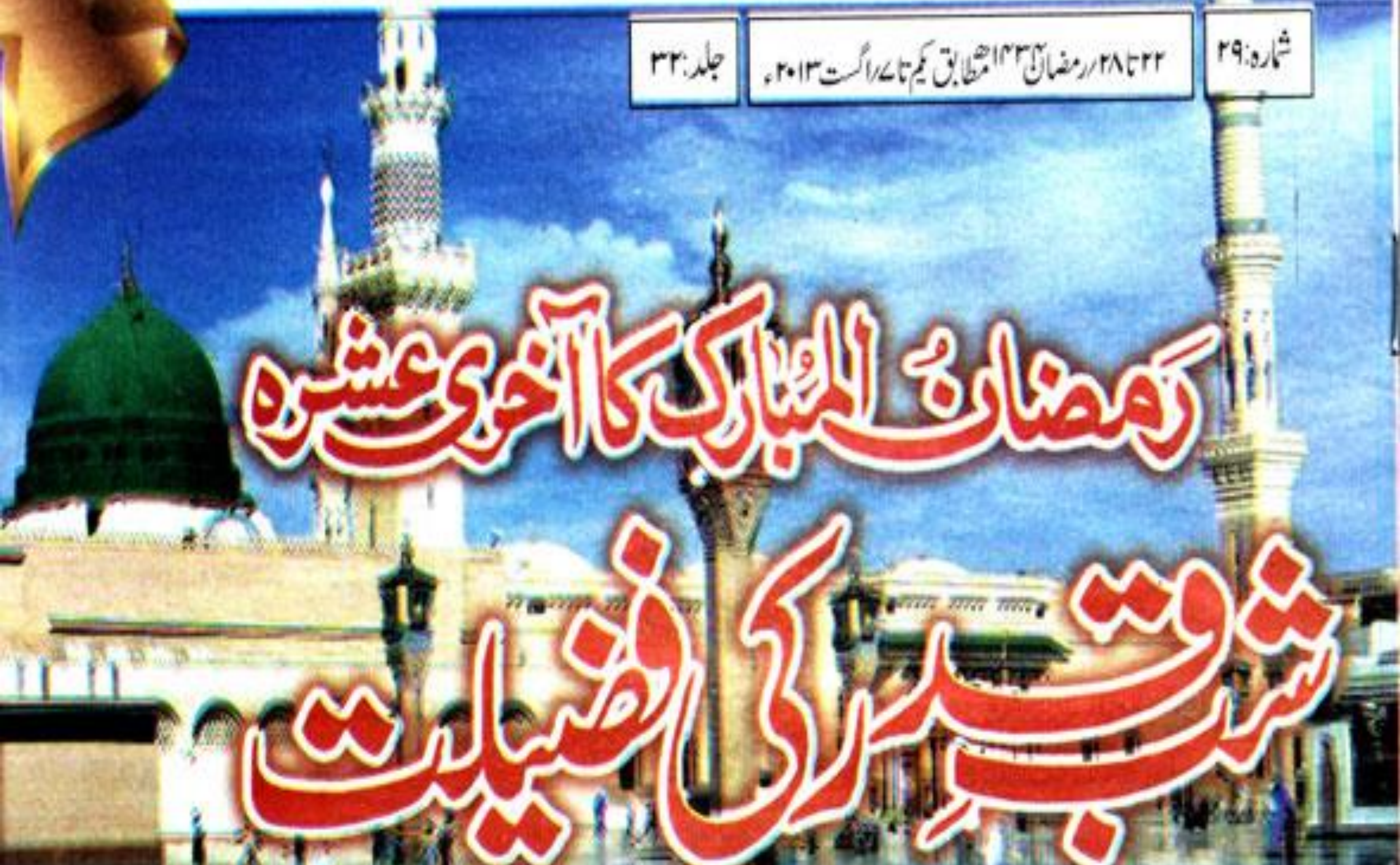

رمضان المبارک کا آخری عشرہ

شبِ قدر کی فضیلت

قبیلہ یا طائفہ کی نمائندگی اور عصبیت

توبہ کے فوائد و ثمرات

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

جانداروں کی تصاویر بنانا

محمود احمد، کراچی

س:...... گھروں میں تصاویر رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح جاندار کی تصویر بنانا اور کھینچنا کیسا ہے؟

ج:...... جاندار کی تصویر بنانا یا گھروں میں رکھنا بلاشبہ گناہ کبیرہ اور ایک حرام فعل ہے، جس سے بچنا ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے۔ احادیث مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کاموں سے بڑی سختی سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں سے سخت عذاب تصویریں بنانے والوں کو ہوگا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”عن عبداللہ بن مسعود قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان اشد الناس عذاباً عنداللہ المصورون۔“ (بخاری شریف، ص:۸۸۰، ج:۲، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قیامت کے دن سب لوگوں سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر حاضری میں چھوٹا سا بچھونا خریدا، جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو دروازے پر کھڑے رہے اندر تشریف نہیں لائے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر ناگواری کے آثار محسوس کئے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں! مجھ سے کیا گناہ ہوا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ گدا کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میں نے آپ کے لئے خریدا ہے کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس پر تکیہ لگائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب ہوگا، ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو تصویریں بنائی تھیں، ان میں جان ڈالو اور ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

(مشکوٰۃ، ص:۳۸۵، ج:۲، باب التصاویر)

واللہ اعلم بالصواب

روزہ میں انجکشن اور ڈرپ کا حکم

ابوحسان، کراچی

س:...... کیا روزہ میں انجکشن اور ڈرپ لگواسکتے ہیں، اس سے روزہ میں کوئی فرق تو نہیں آئے گا؟

ج:...... روزہ کی حالت میں انجکشن اور ڈرپ وغیرہ لگواسکتے ہیں، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بلاضرورت طاقت کے انجکشن اور ڈرپ لگانا مکروہ ہے۔

س:...... اگر قبض ہو یا بواسیر ہو اور مقعد میں انگلی وغیرہ ڈالی جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

ج:...... جی ہاں! روزہ کی حالت میں اگر تر انگلی مقعد میں داخل کی تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لئے استنجاء کرتے ہوئے بھی احتیاط کی جائے اور غلو نہ کیا جائے۔

س:...... اگر روزہ رکھ کر نماز نہ پڑھی جائے، میوزک، گانے، فلمیں دیکھ کر ٹائم پاس کیا جائے یا نیٹ پر چیٹنگ کی جائے تو کیا اس سے روزہ کا ثواب نہیں ملے گا؟

ج:...... روزہ جس طرح کھانے پینے اور جنسی خواہشات سے رکنے کا نام ہے، اسی طرح روزہ دار کو لغویات وفضولیات اور گناہوں سے بچنا بھی ضروری ہے، اگر روزہ رکھنے کے بعد بھی سب کچھ کیا تو سوائے بھوکا پیاسا رہنے کے کچھ نہیں ملے گا، اگرچہ ظاہری طور پر فرض ادا ہو جائے گا، اس لئے روزہ میں گناہوں اور فضول کاموں سے بچنے کا پورا پورا اہتمام کیا جائے۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس

جلد: ۳۲ ۲۲ تا ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ مطابق یکم تا ۷ راگست ۲۰۱۳ء شمارہ: ۲۹

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

رمضان کے آخری عشرہ کے اعمال!	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
رمضان کا آخری عشرہ اور شب قدر کی فضیلت	۷	مرسلہ: ابوفضال احمد خان
قبیلہ یا علاقہ کی نمائندگی اور عصبیت	۱۰	مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی
حضرت علی المرتضیٰؓ کا عدل و انصاف	۱۴	مولانا محمد نافع مدظلہ
توبہ کے فوائد و ثمرات	۱۷	مفتی محمد شعیب
فضائل و مسائل اعتکاف (۲)	۱۹	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
دیارِ محترم! (نعت)	۲۳	مولانا قدرۃ اللہ قدرۃ مراد آبادی
مرزا صاحب کی پیش گوئیاں (۳)	۲۴	مولانا لال حسین اخترؒ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زرِ تعاون اندرونِ ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ: 0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

جنت کے مناظر

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

اہلِ جنت کی شان

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی شکل وصورت چودھویں کے چاند جیسی (نورانی) ہوگی، نہ ان کو تھوکنے کی ضرورت ہوگی، نہ ناک صاف کرنے کی، اور نہ بول و براز کی، جنت میں ان کے برتن سونے کے ہوں گے، اور ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی، اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن عود (اگر) کا ہوگا، اور ان کا پسینہ کستوری ہوگا، ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی، جن کی پنڈلیوں کا گودا حسن و جمال کی وجہ سے گوشت کے ورے سے نظر آئے گا، ان کے درمیان نہ کوئی اختلاف ہوگا، نہ باہمی رنجش، ان سب کے قلوب ایک آدمی کے دل پر ہوں گے، وہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول رہیں گے۔"

(ترمذی ج:۲ ص:۷۶)

اہلِ جنت کے ناز ونعمت اور ان کی خوش بختی وسعادت کے سلسلے میں قرآن کریم اور احادیثِ طیبہ میں جو کچھ ارشاد فرمایا گیا وہ ہماری ذہنی سطح کی رعایت کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے، ورنہ وہاں کی نعمتیں اہلِ دُنیا کی عقول سے بالاتر ہیں، یہاں رہتے ہوئے ہم ان کا تصور بھی نہیں کرسکتے، چنانچہ حدیثِ قدسی میں حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

"اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصّٰلِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ۔"

ترجمہ:... "میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ سامان تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں اس کا کبھی خیال ہی گزرا۔"

اس لئے جنت کی نعمتوں کو اہلِ دُنیا کے ذہنوں کے قریب کرنے کے لئے ہماری زبان و محاورات کو استعمال کیا گیا ہے، چنانچہ کسی چہرے کی خوبصورتی و نورانیت کے کمال کو ظاہر کرنے کے لئے ہم لوگ اسے "چاند" سے تشبیہ دینے کے عادی ہیں، کسی کی خوبصورتی کے اظہار کے لئے ہمارے پاس اس سے بہتر تشبیہ نہیں، ورنہ اہلِ جنت کی شان تو یہ ہے کہ اہلِ جنت میں سے ادنیٰ شخص اگر اپنے کپڑے کا ایک حصہ دُنیا میں ظاہر کردے تو سورج چاند کی روشنی ماند پڑجائے، اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خود ان حضرات کے حسن و جمال اور ان کی نورانیت کا کیا عالم ہوگا...؟

اہلِ جنت کی غذائیں ایسی لطیف اور وہاں کی فضا اور آب وہوا ایسی نفیس ہوگی کہ اہلِ جنت کے پاکیزہ بدنوں میں مواد فاضلہ (فضلات) پیدا ہی نہ ہوں گے کہ ان کے اخراج کی حاجت ہو، اس لئے نہ انہیں تھوکنے کی ضرورت ہوگی، نہ ناک کی ریزش صاف کرنے کی، نہ بول و براز کے عوارض ان کو لاحق ہوں گے، نہ ریح صادر ہوگی، گویا اس پہلو سے انہیں کامل طور پر تشبہ بالملائکہ حاصل ہوگا۔ ان کے قلوب حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت سے لبریز، ان کی زبانیں ذکرِ الٰہی سے ہمہ دم تر، ان کی آنکھیں دیدارِ الٰہی سے تاب ناک، ان کی محبتیں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور صدیقین وشہداء وصالحین کی برکت سے نورانی ہوں گی، اس لئے وہ سراپا نور ہوں گے۔ ادھر جنت کی غذائیں "او خور گردد ہمہ نورِ خدا" کا حقیقی مصداق ہوں گی، اس لئے ان کی خوراک کا ہضم بھی خوشبودار ڈکار اور رشکِ عنبر پسینے کے ذریعے ہوگا، اور ان کی باطنی نورانیت و رُوحانیت مشک وکستوری کی صورت میں متمثل ہوگی۔

وہاں میل کچیل، بدبو اور تعفن نہیں ہوگا، اس کے باوجود وہ نشاط کے لئے سونے اور چاندی کی کنگھیاں بھی استعمال کریں گے اور خوشبو میں اضافے کے لئے عود کی دُھونی بھی لیں گے، اگر کسی کو خیال ہو کہ جنت میں تو آگ نہیں ہوگی، اہلِ جنت عود کی انگیٹھیاں کس چیز سے سلگائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اہلِ جنت کی کرامت کے لئے وہ بغیر آگ کے کسی مناسب مادّے سے سلگائی جائیں، اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہاں آگ تو ہو لیکن اس آگ میں تپش اور گرمی نہ ہو، جس طرح کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے نار کو گلزار کردیا تھا، اسی طرح اہلِ جنت کے لئے بھی نار کو گلزار بنادیا جائے تو کیا تعجب ہے...!

اور اہلِ جنت کے قلوب ہر قسم کے غل وغش اور حسد وکینہ سے پاک ہوں گے، ان میں نہ خواہشات کا اختلاف ہوگا، نہ باہم منافرت ہوگی، بلکہ تمام اہلِ جنت "یک جان و دو قالب" ہوں گے، ان سب کی محبت کا مرکز حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات عالی ہوگی اور محبتِ الٰہی کی بنا پر تمام اہلِ جنت کو لباسِ محبوبیت عطا کیا جائے گا، وہ اللہ تعالیٰ کے محب بھی ہوں گے اور محبوب بھی: "یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ"۔ اس لئے وہ آپس میں بھی ایک دُوسرے کے محب ومحبوب ہوں گے۔

اور اس حدیث میں جو فرمایا کہ: "وہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہیں گے" اس میں صبح وشام سے مراد علی الدوام ہے، چنانچہ دُوسری حدیث میں ارشاد ہے: "یلھمون التسبیح کما یلھمون النفس" یعنی جس طرح سانس جاری رہتا ہے، اسی طرح ان کی مبارک زبانوں پر تسبیح جاری رہے گی، ہر جنتی ہمہ دم "پاس انفاس" میں مشغول رہے گا، اور یہ بھی احتمال ہے کہ صبح وشام کے اوقات مزید توجہ الی اللہ اور تسبیح وتہلیل کے اوقات ہوں، واللہ اعلم بالسر ارہٖ!

ہماری دُنیا میں صبح وشام کے اوقات آفتاب کے طلوع وغروب سے وابستہ ہیں، جنت میں سورج نہیں ہوگا تو ظاہر ہے کہ دُنیا کے صبح وشام وہاں نہیں ہوں گے، لیکن اوقات کی تقدیر وتعیین کا کوئی نظام وہاں بھی ہوگا، اس نظام کے مطابق وہاں صبح وشام بھی ہوں گے، اور ہفتے، مہینے اور سال بھی۔ بہرحال جنت کی چیزوں کے اور دُنیا کی چیزوں کے درمیان صرف نام کا اشتراک ہے ورنہ وہاں کے حقائق کے ساتھ دُنیا کی چیزوں کو کوئی مناسبت نہیں۔

"حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنت کی چیزوں میں سے اتنی مقدار، جس کو ناخن اُٹھاسکتا ہے، اگر دُنیا میں ظاہر ہوجائے تو آسمان وزمین کے کناروں کے درمیان کی تمام چیزیں آراستہ و مزین ہوجائیں، اور اگر اہلِ جنت میں سے کوئی شخص دُنیا میں جھانک کر دیکھ لے پس اس کے کنگن ظاہر ہوجائیں تو ان کی چمک سے سورج کی روشنی جاتی رہے، جیسا کہ دُھوپ ستاروں کی روشنی کو مٹادیتی ہے۔"

(ترمذی ج:۲ ص:۷۶)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

رمضان کے آخری عشرہ کے اعمال

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

یوں تو رمضان المبارک کا ہر دن، ہر رات بلکہ ہر لمحہ باعث برکت اور رحمت ہے لیکن رمضان المبارک کا آخری عشرہ کئی اعتبار سے بہت ہی اہم اور زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اسی عشرہ میں اعتکاف جیسی سنت ادا کی جاتی ہے، جس سے ہر گلی، ہر محلہ اور ہر شہر کی مساجد مہمانانِ خدا سے آباد ہوتی ہیں، اسی عشرہ میں لیلۃ القدر جیسی عظیم رات ہوتی ہے جسے پانے اور حاصل کرنے کے لئے اعتکاف کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک اور محبوب بندے اپنی عبادت، ریاضت اور مجاہدے سے اسے تلاش کر ہی لیتے ہیں اور اس رات دعاؤں، التجاؤں کے ساتھ ساتھ آہ وزاری کر کے رب الخلائق سے اپنی بخشش کا پروانہ لینے کے علاوہ بہت ساری برکتیں، رحمتیں اور سعادتیں اپنے لئے، اپنے متعلقین، اہل وعیال اور اپنے احباب کے لئے سمیٹ لیتے ہیں۔ اسی عشرہ کی آخری رات کہیں یا چاند رات کہیں وہ تو یوں سمجھیں کہ پورے ماہ مبارک کا نچوڑ اور خلاصہ ہی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث کے ترجمہ میں رمضان، اعتکاف، آخری عشرہ، شب قدر، رمضان کی آخری رات اور عید کے فضائل اور برکات کی تصریح اور وضاحت آئی ہے:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کو رمضان شریف کے لئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان المبارک کے لئے جنت کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ پس جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے' جس کا نام ''مثیرہ'' ہے' (جس کے جھونکوں کی وجہ سے) جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں' جس سے ایسی دل آویز سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی' پس خوشنما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑی ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا' تاکہ اللہ تعالیٰ شانہ اس کو ہم سے جوڑ دیں؟ پھر وہی حوریں جنت کے داروغہ ''رضوان'' سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے؟ وہ لبیک کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے' جنت کے دروازے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزہ داروں کے لئے آج کھول دیئے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رضوان سے فرمادیتے ہیں کہ جنت کے دروازے کھول دے اور ''مالک'' یعنی جہنم کے داروغہ سے فرمادیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کردے' اور حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور ''سرکش شیاطین'' کو قید کرو' اور ان کے گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو کہ میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزوں کو خراب نہ کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان المبارک کی ہر رات میں ایک ''منادی'' کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ جس کو میں عطا کروں؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں؟ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ کون ہے جو غنی کو قرض دے؟ ایسا غنی جو نادار نہیں' اور ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان المبارک میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے' اور جب رمضان المبارک کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان المبارک سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے' ان کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں' اور جس رات شب قدر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرماتے ہیں' وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے

ساتھ زمین پر اترتے ہیں‘ ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے‘ جس کو بیت اللہ شریف کے اوپر کھڑا کردیتے ہیں‘ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سو بازو ہیں‘ جن میں سے دو بازوؤں کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں‘ جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں‘ پھر جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کو تقاضا (حکم) فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات کھڑا ہو یا بیٹھا ہو‘ نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو‘ اس کو سلام کریں‘ اور اس سے مصافحہ کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں‘ صبح تک یہی حالت رہتی ہے‘ جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرائیل علیہ السلام آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت! اب کوچ کرو اور چلو۔ فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی حاجتوں اور مومنوں کی ضرورتوں کے بارے میں کیا معاملہ فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پر عنایت اور توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرما دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا کہ یارسول اللہ! وہ چار اشخاص کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو (اور اس سے توبہ نہ کرے)‘ دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو‘ تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا ہو اور ناتا توڑنے والا ہو‘ چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا ہو اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو‘ جب عیدالفطر کی رات ہوتی ہے تو (اس کا نام آسمانوں) پر ”لیلۃ الجائزہ“ یعنی ”انعام والی رات“ سے لیا جاتا ہے۔ اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیج دیتے ہیں‘ وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں اور راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں‘ اور ایسی آواز سے‘ جس کو انسان اور جنات کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے‘ پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت! اس کریم رب کی بارگاہ کی طرف چلو‘ جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے‘ اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف کرنے والا ہے‘ پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا پورا کام کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے معبود! اور اے ہمارے مالک! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے۔ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو رمضان المبارک کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کردی‘ اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو! میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا‘ اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا خیال رکھو گے‘ میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو چھپاتا رہوں گا)‘ میری عزت کی قسم! اور میرے جلال کی قسم! میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا اور فضیحت نہیں کروں گا۔ پس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ‘ تم نے مجھے راضی کردیا‘ میں تم سے راضی ہوگیا۔ پس فرشتے اس اجر وثواب کو دیکھ کر جو ان کو عیدالفطر کے دن ملتا ہے‘ خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔ اللھم اجعلنا منھم یااللہ! ہمیں بھی ان میں شامل فرما۔ آمین۔“ (الترغیب والترہیب)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں عبادت کی غرض سے اتنا محنت، مشقت اور مجاہدہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کے علاوہ کبھی آپ اتنا محنت، مشقت اور مجاہدہ نہیں فرماتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم کے حوالے سے صاحب مشکوٰۃ نے یہ حدیث نقل کی ہے: ”عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی العشر الاواخر مالا یجتھد فی غیرہ۔“ (مشکوٰۃ:۱۸۲)

دوسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد میزرہ واحیی لیلہ وایقظ اھلہ. متفق علیہ۔“ (مشکوٰۃ:۱۸۲)... یعنی جب رمضان کا آخری عشرہ آجاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہبند مضبوطی سے باندھ لیتے تھے، خود بھی پوری رات جاگتے تھے اور گھر والوں کو بھی شب بیدار رکھتے تھے۔

اس لئے ہمیں بھی چاہئے کہ ہم ان ایام اور لیالی کو اپنی عبادت، ذکر، تلاوت، درود شریف، تسبیح وتہلیل میں صرف کریں، خصوصاً اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں تو اعتکاف کی سنت کو ضرور ادا کریں اور شب قدر تلاش کرنے اور پانے کی ضرور جستجو اور سعی بلیغ کریں۔

اللہ تعالیٰ ہماری عبادات کو قبول فرمائیں، اس رمضان المبارک کو ہماری بخشش کا ذریعہ بنادیں اور آخرت میں ہم سب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا مستحق بنادیں۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

رمضان کا آخری عشرہ اور شب قدر کی فضیلت

مرسلہ: ابوفضالہ احمد خان

"عن عائشہ رضی اللّٰہ عنہا قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد مئزرہ واحیا لیلہ وایقظ اہلہ۔"

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تہبند کو مضبوط باندھ لیتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو (بھی عبادت کے لئے) جگاتے تھے۔"

(مشکوٰۃ ص:۱۸۲، بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح: ایک حدیث میں ہے کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں کے اندر جتنی محنت سے عبادت کرتے تھے، اس کے علاوہ دوسرے ایام میں اتنی محنت نہ کرتے تھے۔

(مسلم عن عائشہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جو فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپ تہبند کس لیتے تھے علماء نے اس کے دو مطلب بتائے ہیں۔ ایک یہ کہ خوب محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور راتوں رات جاگتے تھے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اردو کے محاورے میں محنت کا کام بتانے کے لئے بولا جاتا ہے کہ "خوب کمر کس لو" اور دوسرا مطلب تہبند کس کر باندھنے کا یہ بتایا کہ رات کو بیویوں کے پاس جانے سے دور رہتے تھے، کیونکہ ساری رات عبادت میں گزر جاتی تھی اور اعتکاف بھی ہوتا تھا۔ حدیث کے آخر میں جو "ایقظ اہلہ" فرمایا، اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بہت محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور رات بھر بیدار رہتے تھے اور گھر والوں کو بھی اس مقصد کے لئے جگاتے تھے۔ بات یہ ہے کہ جسے آخرت کا خیال ہو، موت کے بعد کے حالات کا یقین ہو، اجر وثواب کے لینے کا لالچ ہو وہ کیوں نہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگے گا، پھر جو اپنے لئے پسند کرے، وہی اپنے اہل وعیال کے لئے بھی پسند کرنا چاہئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود راتوں کو نمازوں میں اتنا قیام فرماتے تھے کہ قدم مبارک سوج جاتے تھے، پھر رمضان کے اندر خصوصاً اخیر عشرہ میں اور زیادہ عبادت بڑھادیتے تھے کیونکہ یہ مہینہ اور خاص کر اخیر عشرہ آخرت کی کمائی کا خاص موقع ہے۔ آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ گھر والے بھی عبادت میں لگیں، لہٰذا اخیر عشرہ کی راتوں میں ان کو بھی جگاتے تھے، بہت سے لوگ خود تو بہت بڑی عبادت کرتے ہیں، لیکن بال بچوں کی طرف سے غافل رہتے ہیں، یہ لوگ فرض نماز بھی نہیں پڑھتے، اگر بال بچوں کو ہمیشہ دین پر ڈالنے اور عبادت میں لگانے کی کوشش کی جاتی رہے اور ان کو ہمیشہ فرائض کا پابند رکھا جائے تو رمضان میں نفلوں کے لئے اٹھانے اور شب قدر میں جگانے کی بھی ہمت ہو، جب بال بچوں کا ذہن دینی نہیں بنایا تو ان کے سامنے شب بیداری کی بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو اپنی محبت عطا فرمائے اور عبادت کی لگن اور ذکر کے ذوق سے نوازے۔

شب قدر کی تلاش اور اس کی دعا:

عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا قالت قلت یا رسول اللّٰہ! أرایت ان علمت ای لیلۃ القدر ما اقول فیہا؟ قال قولی: "اللّٰہم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنی"

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ارشاد فرمایئے کہ اگر مجھے پتہ چل جائے کہ فلاں رات کو شب قدر ہے تو میں کیا دعا کروں۔ آپؐ نے فرمایا یہ دعا کرو: یااللہ! آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں، یا اللہ مجھے بھی معاف کردیجئے۔"

(مشکوٰۃ:۱۸۲، بحوالہ احمد وابن ماجہ وترمذی)

شب قدر کی فضیلت:

رمضان المبارک کا پورا مہینہ آخرت کی دولت کمانے کا ہے، پھر اس ماہ میں اخیر عشرہ اور بھی زیادہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگنے کا ہے۔ اس عشرہ میں شب قدر ہوتی ہے جو بڑی بابرکت رات ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: "لیلۃ القدر خیر من الف شہر" "یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر

ہے۔ ہزار مہینے کے ۸۳ سال اور چار مہینے ہوتے ہیں، پھر شب قدر کو ہزار مہینے کے برابر نہیں بتایا بلکہ ہزار مہینے سے بہتر بتایا ہے، ہزار مہینے سے شب قدر کس قدر بہتر ہے اس کا علم اللہ کو ہے۔ مومن بندوں کے لئے شب قدر بہت ہی خیر و برکت کی چیز ہے۔ ایک رات جاگ کر عبادت کرلیں اور ہزار مہینوں سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب پالیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے؟ اس لئے تو حدیث شریف میں فرمایا:

”من حرمها حرم الخیر کله ولا
یحرم خیرها الا محروم۔“ (ابن ماجہ)

ترجمہ: ”یعنی جو شخص شب قدر سے محروم ہوگا (گویا) پوری بھلائی سے محروم ہوگا، شب قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو۔“

مطلب یہ ہے کہ چند گھنٹے کی رات ہوتی ہے اور اس میں عبادت کرلینے سے ہزار مہینے سے بہتر عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے، چند گھنٹے بیدار رہ کر نفس کو سمجھا بجھا کر عبادت کرلینا کوئی ایسی قابل ذکر تکلیف نہیں جو برداشت سے باہر ہو، تکلیف ذرا سی اور ثواب بہت بڑا، جیسے کوئی ایک پیسہ تجارت میں لگادے اور بیس کروڑ روپیہ پالے، جس شخص کو ایسے بڑے نفع کا موقع ملا پھر اس نے توجہ نہ کی اس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ وہ پورا اور پکا محروم ہے۔

پہلی امتوں کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں، اس امت کی عمر بہت سے بہت ۷۰، ۸۰ سال ہوتی ہے۔ اللہ پاک نے یہ احسان فرمایا کہ ان کو شب قدر عطا فرمادی اور ایک شب قدر کی عبادت کا درجہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کردیا۔ محنت کم ہوئی وقت بھی کم لگا اور ثواب میں بڑی بڑی عمروں والی امتوں سے بڑھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام ہے کہ اس امت کو سب سے زیادہ نوازا۔ یہ کیسی نا[illegible]تی ہے کہ [illegible] کی بہت زیادہ نوازش اور داد و دہش ہو اور ہم غفلت میں پڑے سویا کریں۔ رمضان کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہونے دو، خصوصاً آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام کرو اور اس میں بھی شب قدر میں جاگنے کی بہت زیادہ فکر کرو، بچوں کو بھی ترغیب دو۔

شب قدر کی دعا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب پوچھا کہ یارسول اللہ! شب قدر میں کیا دعا کروں؟ تو آپ نے یہ دعا تعلیم فرمادی:

”اللھم انک عفو کریم
تحب العفو فاعف عنی“

ترجمہ: ”اس میں شک نہیں کہ آپ معاف کرنے والے ہیں، معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں لہٰذا مجھے معاف فرما دیجئے۔“

(مشکوٰۃ: ۱۸۲، بحوالہ احمد و ابن ماجہ و ترمذی)

دیکھئے کیسی دعا ارشاد فرمائی، نہ زر مانگنے کو بتایا نہ زمین، نہ دھن، نہ دولت، کیا مانگا جائے؟ معافی! بات اصل یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ سب سے زیادہ کٹھن ہے، وہاں بندوں کا کام اللہ تعالیٰ کے معاف فرمانے سے چلے گا، اگر معافی نہ ہوئی اور خدانخواستہ عذاب میں گرفتار ہوئے تو دنیا کی ہر نعمت اور لذت اور دولت و ثروت بے کار ہوگا، اصل شے معافی اور مغفرت ہی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

”من قام لیلة القدر ایماناً
واحتساباً غفرله ماتقدم من ذنبه۔“

ترجمہ: ”جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا رہا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔“

کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اس حکم میں یہ بھی ہے کہ تلاوت اور ذکر میں مشغول ہو اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی طرح کی خراب نیت سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے مشغول عبادت رہے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ احتساباً کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کرکے بشاشت قلب سے کھڑا ہو، بوجھ سمجھ کر بددلی کے ساتھ عبادت میں نہ لگے کہ ثواب کا یقین اور اعتقاد جس قدر زیادہ ہوگا اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا، یہی وجہ ہے کہ جو شخص قرب الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں اس کا انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوجانا ضروری ہے کہ حدیث بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے۔ علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں

ESTD 1880
ABS
ABDULLAH
BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:2546455, Cell:0301-2352363

ہوتے، پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے، وہاں صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ ہی انسان سے بہت سرزد ہوتے ہیں، عبادت کا ثواب بھی اور ہزاروں گناہوں کی معافی بھی ہو جائے کس قدر نفع عظیم ہے۔

شب قدر کی تاریخیں

شب قدر کے بارے میں احادیث میں وارد ہوا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو، لہٰذا رمضان کی اکیسویں، تیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں رات کو جاگنے اور عبادت کرنے کا خاص اہتمام کریں۔ خصوصاً ۲۷ویں شب کو تو ضرور جاگیں، کیونکہ اس دن شب قدر ہونے کی زیادہ امید ہوتی ہے۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اس لئے باہر تشریف لائے کہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرماویں، مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی اطلاع دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، جس کی وجہ سے اس کی تعیین میرے ذہن سے اٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ یہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔

لڑائی جھگڑے کا اثر:

اس مبارک حدیث سے معلوم ہوا کہ آپس کا جھگڑا اس قدر برا عمل ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ پاک نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے شب قدر کی تعیین اٹھالی یعنی کس رات کو شب قدر ہے مخصوص کرکے اس کا علم جو دے دیا گیا تھا وہ قلب سے اٹھالیا گیا، اگرچہ بعض وجوہ سے اس میں بھی امت کا فائدہ ہو گیا۔ جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم ابھی ذکر کریں گے، لیکن سبب آپس کا جھگڑا بن گیا، جس سے آپس میں جھگڑے کی مذمت کا پتہ چلا۔

شب قدر کی تعین نہ کرنے میں مصالح:

علماء کرام نے شب قدر کو پوشیدہ رکھنے یعنی مقرر کرکے یوں نہ بتانے کے بارے میں کہ فلاں رات کو شب قدر ہے چند مصلحتیں بتائی ہیں:

اول یہ کہ اگر تعین باقی رہتی تو بہت سے کوتاہ طبائع دوسری راتوں کا اہتمام بالکل ترک کردیتے اور صورت موجودہ میں اس احتمال پر کہ شاید آج ہی شب قدر ہو متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔

دوسری یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کئے بغیر نہیں رہتے، تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے معصیت کی جرأت کی جاتی تو یہ بات سخت اندیشناک تھی۔

تیسری یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی کی وجہ سے پھر کسی رات کا جاگنا بشاشت کے ساتھ نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی چند راتیں میسر ہو ہی جاتی ہیں۔

چوتھی یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں، ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملتا ہے۔

پانچویں یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں، اس صورت میں تفاخر کا موقع زیادہ ہے کہ باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال پر رات بھر جاگتے اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتی ہیں، ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رمضان المبارک میں تعیین بھلادی گئی ہو اور اس کے بعد مصالح مذکورہ یا دیگر مصالح کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے تعیین چھوڑ دی گئی ہو۔ واللہ اعلم۔

☆☆..............☆☆

عیسائیت کا دوہرا معیار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور اعلان نبوت کے بعد عیسائیت خود بخود منسوخ ہوگئی، یہ ٹھیک اسی طرح ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے شریعت موسوی منسوخ ہوگئی۔ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد اگر کوئی شخص شریعت موسوی کی پیروی کرے تو وہ کافر ہے، عیسائی راہبوں کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد دین موسوی کے پیروکار کو تو وہ کافر کہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد دین عیسوی پر چلنے والے مومنین اور امن و سکون والے کہلائیں؟ تلک اذا قسمة ضيزى۔ آخر یہ ٹیڑھی تقسیم کیوں؟ یہ دوہرا معیار صرف عیسائیت کے لئے ہے یا کسی اور کو بھی اس کی اجازت ہے؟ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دی ہے، چنانچہ کتاب مقدس یعنی عہد نامہ جدید اور یوحنا کی انجیل میں ہے:

"دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔" (یوحنا باب:۱۴، آیت:۳۱)

عیسائی تصریحات تو بتلاتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ دنیا کا سردار (آخری نبی) تشریف لائیں گے اور ان کی شان کا عالم یہ ہے کہ ان کے کمالات و اوصاف میں سے مجھ میں کچھ نہیں۔

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے، لیکن جب وہ سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا، اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا، وہ میرا اجلال ظاہر کرے گا۔" (باب:۱۶، آیت:۱۲، ۱۳)

(تحریر: حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ)

قبیلہ یا علاقہ کی نمائندگی اور عصبیت!

مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی

''عن عروة بن الزبير رحمه الله تعالیٰ ان مروان بن الحكم والمسور بن مخرمة اخبراه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال حين اذن لهم المسلمون في عتق سبي هوازن فقال: انى لا ادرى من اذن فيكم ممن لم ياذن فارجعوا حتى يرفع الينا عرفاؤكم امركم فرجع الناس فكلمهم عرفاؤهم فرجعوا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخبروه ان الناس قد طيبوا واذنوا۔'' (صحیح بخاری باب العرفاء للناس، کتاب الاحکام و باب غزوۂ حنین، کتاب المغازی)

ترجمہ: ''حضرت عروہ بن الزبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے کہ جب مسلمانوں نے قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کو آزاد کرنے کی اجازت دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ تم میں سے کس نے اجازت دی اور کس نے نہیں دی۔ آپ لوگ واپس چلے جائیں یہاں تک کہ آپ کے نمائندے (تحقیق کرکے) آپ کے معاملات ہم تک پہنچاویں۔ چنانچہ لوگ واپس چلے گئے، بعد میں لوگوں کے نمائندوں نے لوگوں سے گفتگو کی، پھر وہ نمائندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ لوگوں نے خوش دلی سے اجازت دی ہے۔''

روایت اور اس کا پس منظر:

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے جو حدیث شریف کی دوسری اہم کتابوں میں بھی روایت کی گئی ہے، اس روایت کا پس منظر یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا قبیلہ ہوازن سے مقابلہ ہوا تو مسلمانوں کو مال غنیمت میں مال مویشی اور غلام حاصل ہوئے تھے۔ شروع میں آپ نے ان چیزوں کو مسلمانوں میں تقسیم نہیں کیا، آپ کو خیال تھا کہ شاید اس قبیلہ کے لوگ آکر مسلمان ہوجائیں تو یہ سب کچھ انہیں واپس کردیا جائے، اسی لئے آپ نے ان کا انتظار کیا، اس کے بعد غزوہ طائف ہوا تو آپ اس میں مشغول رہے، غزوۂ طائف سے واپسی پر جعرانہ کے مقام پر آپ نے قیام فرمایا اور یہ اشیاء مسلمانوں میں بطور مال غنیمت تقسیم کردیں، کچھ دن بعد قبیلہ ہوازن کے وفد کے لوگ آکر آپ سے ملے اسلام قبول کیا اور درخواست کی کہ ہماری چیزیں واپس کردی جائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہارا انتظار کرتا رہا مگر اب یہ سب چیزیں مجاہدین میں تقسیم کردی گئی ہیں، پھر آپ نے اپنے قبضہ میں جو غلام تھے وہ انہیں واپس کردیے اور مسلمانوں میں اعلان کردیا کہ جو حضرات اپنی خوشی سے اس قبیلہ کے غلام واپس کردیں تو ہم ان کو بہتر بدلہ عطا کردیں گے۔ یہ اعلان سن کر مجمع میں موجود مسلمانوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے یہ غلام واپس کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ نے فرمایا (اتنے بڑے مجمع میں) یہ پتہ چلانا مشکل ہے کہ کون اپنی خوشی سے واپس کررہا ہے اور کون خوش دلی سے واپس کرنا نہیں چاہتے، (کیونکہ کسی مسلمان کا مال اس کی دلی خوشی کے بغیر لے لینا حلال نہیں ہے... حدیث) اس لئے آپ سب لوگ واپس چلے جائیں، آپ کے نمائندے آپ سے گفتگو کریں گے معلومات حاصل کریں گے اور پھر ہم ان سے حقیقت حال معلوم کرلیں گے، بعد میں ان لوگوں کے نمائندوں نے ان سے بات کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ سب لوگوں نے خوش دلی سے غلام واپس کردیے ہیں اور آپ کو اجازت دے دی ہے کہ آپ یہ غلام واپس کرنا چاہیں تو واپس کردیں۔

(اصح السیر، سیرۃ المصطفیٰ نیز صحیح بخاری، فتح الباری، کتاب الاحکام، باب العرفاء للناس، ص:۱۹۸،۱۷۰، ج:۱۳)

موضوع کی تشریح:

اس حدیث سے نیز مزید احادیث سے جو آگے آنے والی ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل اور سیرت النبی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قبیلہ یا ہر بڑے خاندان کا ایک نمائندہ ہوا کرتا تھا اور جب ضرورت پڑتی تو قبیلہ کے ہر ہر شخص سے رابطہ کرنے کے بجائے اس قبیلہ کے سردار نمائندہ سے بات کی جاتی تھی وہ اپنے قبیلہ اور ماتحت افراد کی نمائندگی کرتے ہوئے صحیح صورت حال سے مطلع کرتا تھا اور اس قبیلہ کی صلاح وفلاح کے لئے مناسب اقدامات کرتا اور اہم

معاملات میں ان کی نمائندگی کرتا تھا.... لہٰذا کسی قبیلہ، خاندان یا کسی علاقہ یا ادارہ میں موجود تمام افراد کی نمائندگی کے لئے انہی میں سے کسی ایک فرد یا چند افراد کو منتخب کرلینا جو معاملہ فہم سمجھدار اور حالات سے اچھی طرح واقف ہوں، تاکہ وہ اس قبیلہ یا علاقہ یا ادارہ کی صحیح صحیح نمائندگی کرسکیں، ان کے مسائل حل کرسکیں اور ان کے نمائندے بن کر اہم قومی معاملات میں شرکت کرسکیں، شریعت کے خلاف نہیں بلکہ ایسا کرنا شریعت مطہرہ اور عقل اور تعامل امت کے عین مطابق ہے، بشرطیکہ وہ نمائندگان صالح اور امین ہوں، وہ اپنی اس نمائندگی کو علاقہ، قوم اور مسلمانوں کے صلاح وفلاح کے لئے استعمال کرنے والے ہوں، نسلی، لسانی یا گروہی عصبیت سے بالاتر ہوکر صحیح صحیح انصاف کے مطابق فیصلہ کرسکیں اور اس منصب کو ذاتی اغراض اور ذاتی خواہشات کے لئے استعمال نہ کرتے ہوں، قبیلہ یا علاقہ کے اس نمائندہ کو عربی زبان میں ''عریف'' کہا جاتا ہے اور اس کا جمع ''عرفاء'' ہے جس کے معنی ہیں معاملہ فہم، سمجھ دار، باخبر۔ صحیح بخاری کی جو روایت اوپر ذکر کی گئی ہے اس میں انہی ''عرفاء'' کا ذکر ہے اور نمائندگی کے اس نظام کو حدیث میں عرافہ کہا گیا ہے۔

نمائندگی برحق ہے مگر نمائندے...

''عرافت'' یعنی نمائندگی کا یہ نظام کہ کسی قبیلہ، کسی علاقہ، کسی تعلیمی، تجارتی یا فلاحی یا انتظامی ادارہ میں موجود کثیر تعداد افراد و اشخاص کی نمائندگی کے لئے ان کے نمائندے منتخب یا مقرر کئے جائیں تاکہ کثیر تعداد و افراد و اشخاص کی آواز آگے پہنچ سکے اور ان کے مسائل حل ہوسکیں یہ ایک ضروری بات ہے جس کے بغیر گزارہ نہیں، کلاس کا مانیٹر ہو یا کسی ادارہ میں موجود افراد کا نمائندہ، کسی گلی اور ٹاؤن کا نمائندہ ہو یا ایک بڑے علاقہ کا نمائندہ اور ممبر سب اس میں داخل ہیں، کیونکہ اجتماعی امور اس کے بغیر چلانا تقریباً ناممکن ہے، البتہ یہ نمائندہ کبھی بالادست طاقتوں کی طرف سے مقرر کردیا جاتا ہے اور کبھی زیردست اشخاص کے باہمی مشورہ اور انتخاب سے... ظاہر ہے کہ دوسری صورت زیادہ بہتر اور اسلام کے نظام شورائیت کے قریب تر ہے بشرطیکہ وہ اس کام کا اہل اور امین ہو، نمائندگی کے اس نظام کی ضرورت کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''ان العرافة حق ولا بد للناس من العرفاء ولکن العفاء فی النار۔''

(سنن ابی داؤد، کتاب الامارة، باب العرافة)

ترجمہ: ''بے شک نمائندگی (کا نظام) برحق ہے اور لوگوں کے لئے ان کے نمائندے لازم اور ضروری ہیں، لیکن نمائندگان جہنم میں جائیں گے۔''

اس حدیث شریف میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو بھی تسلیم فرمایا کہ (پہلے سے جاری) نمائندگی (کا نظام) برحق ہے اور یہ کہ ان نمائندوں کی غیر موجودگی میں اجتماعی معاملات درست طریقے سے حل نہیں کئے جاسکتے، مگر یہ نمائندے چونکہ اکثر انصاف نہیں کرتے، عصبیت یا ظلم میں مبتلا ہوجاتے ہیں یا اس منصب کو ذاتی اغراض و مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں، اس لئے وہ اپنے ان برے اعمال کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری قدس سرہ ابوداؤد کی شرح ''بذل المجہود'' میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان العرافة حق ای مصلحة تدعو الیه الضرورة، ولا بد للناس من العرفاء لینتظم مصالح القوم ویتعرف احوالهم فی ترتیب البحوث والاخبار والعطایا والسهمان، ولکن العرفاء فی النار ای علی خطر فی الوقوع من المهالک والعذاب لتعذر القیام بشرائط ذلک فعلیهم ان یراعوا الحق والصواب۔'' (بذل المجہود کلاں سائز، ص:۱۸۱، ج:۴)

اس منصب کی نزاکت کی وجہ سے اپنے اختیار سے اس منصب کی خواہش اپنے آپ کو دنیوی مصیبت اور آخرت کے عذاب میں مبتلا کرنے کی خواہش بھی گئی ہے، کیونکہ اس منصب کا حق ادا کرنے کے لئے بڑی محنت اور قوت کی ضرورت ہے اپنی زندگی کا بہت زیادہ قیمتی وقت اس میں لگانا پڑتا ہے، عدل وانصاف قائم کرنا پڑتا ہے، عصبیت سے دور رہتے ہوئے اپنے لوگوں کی صلاح وفلاح کے لئے انتھک محنت کرنی پڑتی ہے، مگر ہر شخص اتنی قوت، محنت اور وقت خرچ نہیں کرسکتا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کو اس سے روکا بھی ہے۔ (مگر جو صحابہؓ پہلے سے اس منصب پر موجود تھے، انہیں علیحدہ ہونے کا حکم بھی نہیں دیا، البتہ انہیں عدل وانصاف قائم کرنے، امانت و دیانت کو قدم بقدم ملحوظ رکھنے اور عصبیت سے بچتے رہنے کی تاکید کی جاتی رہی)۔

سنن ابی داؤد ہی کی روایت ہے کہ آپؐ نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کے کندھے پر اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا:

''افلحت یا قدیم ان مت ولم تکن امیرا او کاتبا او عریفاً۔''

(ابوداؤد، بذل المجہود، ص:۱۷۷، ج:۴)

ترجمہ: ''اے قدیم! اگر اس حال میں تمہاری موت آئے کہ تم نہ (کسی علاقہ قبیلہ کے) امیر ہو، نہ کسی امیر کے سیکریٹری ہو اور نہ (کسی قوم کے) نمائندہ، تو تم کامیاب ہوگے۔''

عصبیت کی خوفناک بیماری:

گزشتہ تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی قوم،

اپنی نسل، اپنے علاقہ یا اپنے افراد واشخاص کی نمائندگی کرنے میں بذات خود کوئی قباحت نہیں، خرابی یہاں سے آتی ہے کہ وہ نمائندہ بدکردار، خود غرض اور خائن ہو یا اپنی نسل، اپنی قوم کے لئے عصبیت کا راستہ اختیار کرے یعنی حق اور ناحق دیکھے بغیر ہر حال میں اپنی نسل کے افراد اور اپنی قوم کے لوگوں کا ہی ساتھ دے۔ اسے عصبیت (عصبہ: کسی شخص کے قریب ترین نسبی رشتہ داروں کو کہا جاتا ہے، اسی لئے علم میراث میں عصبہ، بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ' کی تفصیلات ملتی ہیں اور حق ناحق دیکھے بغیر اپنے قریبی نسبی یا نسلی یا ایک زبان بولنے والے افراد کا ہر حال میں ساتھ دینا "عصبیت" کہلاتا ہے، جس کے حرام ہونے پر سب علماء کا اتفاق ہے) کہا جاتا ہے۔ یہ حرام ہے، گناہ کبیرہ ہے، عصبیت میں مبتلا شخص فاسق ہے اور احادیث میں اس کی سخت مذمت بیان کی گئی ہے۔

اپنے قبیلہ، اپنے علاقہ اور اپنے خاندان کے لوگوں سے طبعی محبت ہونا کوئی عیب نہیں:

واضح رہے کہ اگر کوئی شخص فطری اور طبعی طور پر اپنی نسل، اپنے علاقہ اپنے خاندان یا اہل زبان سے محبت رکھتا ہو تو اس طبعی محبت میں کوئی گناہ نہیں، مسند احمد اور ابن ماجہ میں حضرت ابو فسیلہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا یہ بھی عصبیت میں داخل ہے کہ آدمی اپنی قوم سے محبت رکھے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن یہ بات عصبیت میں داخل ہے کہ آدمی ظلم میں اپنی قوم کی مدد کرے۔"

(مرقاۃ المفاتیح ص:۱۸۹، ج:۹)

اور سنن ابو داؤد میں حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

"ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا: تم میں جو شخص اپنے خاندان کا دفاع کرے، وہ تم میں بہترین ہے بشرطیکہ کسی گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔"

(مرقاۃ ص:۱۸۸، ج:۹)

لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے خاندان، اپنی نسل، اپنے علاقہ اور اپنی زبان بولنے والے افراد سے طبعی محبت رکھتا ہو تو اس محبت میں کوئی گناہ نہیں، لیکن اگر یہی شخص اس طبعی محبت میں نہ حق دیکھتا ہو نہ ناحق، اسے ظالم کی پہچان ہو نہ مظلوم کی، بلکہ ہر حال میں اپنی زبان اپنی نسل اپنے قبیلہ کا ساتھ دے تو وہ سخت گناہگار ہے ایسے شخص کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بہت سخت ہیں جن میں سے کچھ یہاں تحریر ہیں:

عصبیت حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور دورِ جاہلیت کی یادگار ہے:

۱:... صحیح مسلم کی ایک روایت کا حصہ ہے:

"اور جس نے اندھے جھنڈے کے نیچے لڑائی لڑی (یعنی جس میں حق اور ناحق کا کچھ پتہ نہ تھا) وہ عصبیت کے لئے غضبناک ہوا، عصبیت کی طرف اس نے دعوت دی یا اس نے عصبیت کی مدد کی، پھر وہ قتل کردیا گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔" (صحیح مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الامارۃ، مرقاۃ ص:۲۰۲، ج:۷)

۲:... سنن ابی داؤد کی روایت ہے:

"حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! عصبیت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ یہ کہ تم ظلم میں اپنی قوم کی مدد کرو۔"

(مشکوٰۃ، مرقاۃ ص:۱۸۷، ج:۹)

۳:... ابو داؤد ہی کی روایت ہے:

"آپ نے فرمایا: وہ شخص ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں جو عصبیت کی طرف لوگوں کو بلائے، وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر لڑائی لڑے اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جس کی موت عصبیت پر آئے۔"

(مشکوٰۃ، مرقاۃ ص:۱۸۸، ج:۹)

۴:... مشکوٰۃ کی ایک روایت ہے:

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی قوم کی ناحق مدد کی اس کی مثال: اس شخص کی طرح ہے جو اس اونٹ کو جو کنویں میں گر گیا ہو دم سے کھینچ کر باہر نکالنا چاہے۔" (مشکوٰۃ، مرقاۃ ص:۱۸۷، ج:۹)

تشریح:

جو اونٹ کنویں میں گر گیا ہو اسے دم سے کھینچ کر باہر نکالنے کی کوشش نہ اونٹ کے لئے فائدہ مند ہے نہ کھینچنے والوں کو اس کا کوئی فائدہ بلکہ دونوں کے لئے نقصان دہ ہے، اس میں وقت اور محنت کا ضیاع ہے۔ اسی طرح جو شخص عصبیت کے معاملہ میں اپنی قوم کی ناحق مدد کرے وہ قوم کو تو کیا عصبیت کے گڑھے سے نکال سکے گا؟ امکان یہ ہے کہ خود بھی کنویں میں گر کر ان کے ساتھ ہلاک ہوگا۔

۵:... ترمذی کی ایک روایت ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اپنے مرے ہوئے آباؤ اجداد پر فخر کرتے ہیں وہ باز آجائیں، ان کے (کافر) آباؤ اجداد جہنم کا کوئلہ ہیں، ورنہ یہ فخر کرنے والے لوگ اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جتنا وہ پاخانہ کا کیڑا جو گندگی کو اپنی ناک سے دھکیلتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے دورِ جاہلیت کی (نخوت وتکبر) اور اپنے آباؤ اجداد پر فخر کو ختم کردیا ہے، اب یا تو متقی مومن

ہے یا بدبخت فاجر آدمی، سب (حضرت) آدم (علیہ السلام) کے بیٹے ہیں اور (حضرت) آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔"

(مشکوٰۃ، مرقاۃ، ص:۱۸۳، ج:۹)

تشریح:

حدیث شریف میں جو مثال بیان کی گئی وہ بڑی عجیب ہے، جس طرح پاخانہ کا کیڑا گندگی میں رہتا ہے اور اپنی ناک سے گندگی کو دھکیل کر اپنی زندگی گزارتا ہے، اسی طرح عصبیت کی فضا میں رہنے والا، عصبیت کی حمایت کرنے والا، عصبیت کے لئے لڑنے والا، عصبیت کی گندگی میں خوش رہتا ہے، کاش! اسے اندازہ ہوتا کہ گندگی سے دور تقویٰ کی فضا کتنی پُرمسرت اور انسانیت کے لئے کتنی روح پرور ہے۔

اس حدیث شریف کے آخر میں ایک حقیقت یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ سب انسان چاہے وہ گورے ہوں یا کالے، لمبے ہوں یا پستہ قد، افریقین ہوں یا امریکن، ایشیاء کے لوگ ہوں یا یورپ کے، بلوچی ہوں یا سندھی، پٹھان ہوں یا پنجابی، ایک زبان بولتے ہوں یا دوسری اور تیسری سب ایک ہی باپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا (اب بھی انسان کی بنیادی غذا مٹی سے حاصل ہونے والی پیداوار ہے، اسی کو کھاتا ہے اور پھر اس کا جسم بالآخر مٹی ہی میں مل جاتا ہے) حدیث شریف میں بیان کردہ یہ حقیقت قرآن کریم سے لی گئی ہے۔ سورۂ حجرات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ" (الحجرات:۱۳)

ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت (آدم اور حوا علیہما السلام) سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں قوموں اور خاندانوں میں تقسیم کیا تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔"

لہٰذا ہر نمائندہ، ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کے لئے لازم اور ضروری ہے کہ وہ نسل، علاقہ، قبیلہ، زبان اور رنگ کی بنا پر فیصلہ نہ کرے بلکہ حق اور باطل کی بنا پر انسانوں میں عدل و انصاف قائم کرنے کی پوری کوشش کرے۔

اگر کہیں جھگڑا ہو رہا ہو اور حق و باطل دیکھے بغیر پنجابی، پنجابی کا ساتھ دے، پٹھان پٹھان کی مدد کرے، بلوچی بلوچی کے لئے کھڑا ہو، سندھی سندھی کے لئے سرائیکی سرائیکی کے لئے مہاجر مہاجر کے لئے تو یہ عصبیت ہے اور حرام ہے ایسی صورت حال میں ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ جھگڑے کو روکے اور تحقیق کی جائے کہ کس نے کس کا کتنا حق مارا ہے پھر ظالم سے لے کر مظلوم کو اس کا حق دلوایا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی اس زمین پر انصاف قائم ہو اور عدل و انصاف کی حکمرانی ہو، کیونکہ زمین پر عدل و انصاف قائم کرنا فرض کفایہ ہے جو امت مسلمہ کی شرعی ذمہ داری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عصبیت سے محفوظ رکھیں اور عدل و انصاف کے قیام کے لئے شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی سی پوری کوشش کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ایک دیہاتی سے عیسائی پادریوں کی شکست

اندرون سندھ کے ہمارے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق مبلغ مولانا جمال اللہ حسینیؒ نے سنایا، چند سال پہلے کی بات ہے کہ جوعاقل کے گردونواح میں عیسائی مشنری نے خاموشی سے کام شروع کیا، چونکہ غربت عام ہے، تعلیم نہیں ہے اور علاج و معالجہ کی سہولتوں کا فقدان ہے اس لئے غریب مسلمان عیسائی مشنری کی ان سہولتوں سے فائدہ اٹھاتے رہے اور عیسائی ان سے یہ تاثر لیتے رہے کہ یہ لوگ عیسائیت قبول کرچکے ہیں، ممکن ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں سے باقاعدہ عیسائیت میں شمولیت کا عندیہ بھی لیا ہوگا، چنانچہ ایک سال بعد عیسائی مبلغین کا اجتماع ہوا اور طے ہوا کہ یہاں کے لوگوں کو اجتماعی طور پر عیسائیت میں شامل کرنے کی تقریب کی جائے اور اس کے لئے پوپ پال سے رابطہ کیا جائے اور اس تقریب کے لئے باہر سے لاٹ پادری بھی منگوایا جائے۔ تاریخ مقرر ہوگئی، انتظامات نہایت تزک و احتشام سے کئے گئے۔ دعوت طعام کا اعلان ہوا شامیانے لگائے گئے، عیسائی پادریوں کے بیانات شروع ہوئے، آخر میں لاٹ پادری کا بیان تھا، جو ان سیدھے سادے مسلمانوں کو اجتماعی طور پر عیسائیت میں داخل کرنے اور عیسائی کلمہ پڑھانے اور اجتماعی چشمہ (غسل) دلانے کے لئے منگوائے گئے تھے، انہوں نے عیسائی خدا کا تصور پیش کرتے ہوئے باپ بیٹے کا عقیدہ بیان کیا کہ خداوند باپ اور یسوع مسیح بیٹا اور مریم تینوں کا مجموعہ خدا ہے اور اب یسوع بیٹا ہمارا خدا ہے، وہی ہمارا مشکل کشا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ جب اس نے بیان ختم کیا تو ایک دیہاتی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے ایک سوال پوچھنا ہے، پادری نے کہا ضرور پوچھئے: دیہاتی نے کہا کہ آپ نے جس یسوع مسیح کا ذکر کیا ہے اس کا باپ زندہ ہے یا مرگیا ہے؟ پادری نے کہا: اس کا باپ زندہ ہے، دیہاتی نے کہا ہم بلوچوں کے ہاں اصول ہے کہ جب تک باپ زندہ ہوتا ہے تو بیٹے کی بجائے باپ کی مانی جاتی ہے، لہٰذا ہم تو باپ یعنی اللہ تعالیٰ کی مانیں گے، بیٹے یعنی یسوع مسیح کی تو نہیں مانیں گے، یہ کہنا تھا کہ تمام دیہاتی ایک زبان ہوکر بولے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود مانتے ہیں، تمہارا معبود ہمارے لئے ناقابل فہم ہے، اس طرح ایک دیہاتی نے تمام عیسائی پادریوں کو لاجواب کردیا اور عیسائی مشنری کا سارا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ گیا۔

معاملات میں

حضرت علی المرتضیٰؓ کا عدل و انصاف!

مولانا محمد نافع مدظلہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مختلف اوصاف و کمالات کے ساتھ متصف تھے۔ ان میں سے عدل و انصاف کا وصف ان میں نہایت نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ انسانی زندگی کے ہر پہلو میں عدل و انصاف کے متعلق اسلام کی تعلیمات کتاب و سنت کی روشنی میں واضح طور پر موجود ہیں، یہاں صرف ایک فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیداً پیش کیا جاتا ہے، اس کے بعد اصل مضمون ذکر کیا جائے گا۔

انصاف و غم خواری پر فرمان نبوی

عدل و انصاف کے متعلق نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان حضرت علی المرتضیٰؓ خود نقل فرماتے ہیں کہ:

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے لئے اعمال میں سے تین چیزیں مشکل ترین ہیں:

۱:... ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری و ساری رکھنا (اور اس سے غافل نہ ہونا)۔

۲:... تمام لوگوں میں باہمی عدل و انصاف قائم کرنا۔

۳:... مسلمان بھائیوں کی ہر حال میں خیر خواہی اور غم خواری کرنا۔

اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں معاشرتی زندگی کے بنیادی اور معیاری اصول بیان فرمائے گئے ہیں، ان کی وجہ سے لوگوں میں مواسات اور باہمی خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنی عملی زندگی میں ان اصولوں پر عمل کر کے امت کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ قائم کیا، چنانچہ ذیل میں علویؓ عدل و انصاف کے چند ایک واقعات بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

آزاد خاتون اور خادمہ کے درمیان مساوات

محدثین نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے عدل و انصاف کے سلسلہ میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں دو عورتیں کچھ مالی اعانت کے لئے حاضر ہوئیں، ان میں سے ایک خاتون عرب تھی اور دوسری اس کی لونڈی (اولاد اسحاقؑ میں سے) تھی۔ اس موقع پر جناب علی المرتضیٰؓ نے دونوں خواتین کو مساوی طور پر غلہ کی ایک خاص مقدار (کُر) اور چالیس چالیس درہم نقد عنایت فرمائے، خادمہ کو جو کچھ ملا تھا وہ لے کر چلی گئی مگر عربی خاتون نے کہا: یا امیر المومنین! میں عربی خاتون ہوں آپ نے مجھے بھی اتنی ہی مقدار میں غلہ اور نقدی عنایت فرمائی ہے جتنی میری خادمہ کو؟ تو جواب میں حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نظر و فکر کی ہے، اس مسئلہ میں اولاد اسماعیلؑ پر کوئی فوقیت نہیں معلوم ہوئی۔

قاضی شریح کا منصفانہ فیصلہ

عدل و انصاف کے سلسلہ میں محدثین یہ واقعہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایک نصرانی یا یہودی کو ایک زرہ فروخت کرتے ہوئے دیکھا۔ آپؓ نے اپنی گمشدہ زرہ کو پہچانتے ہوئے اسے کہا کہ یہ زرہ میری ہے، مسلمانوں کے قاضی کے پاس چل کر اس چیز کا فیصلہ طلب کر لیجئے۔ چنانچہ یہ نزاع اس وقت کے مشہور قاضی شریح کی مجلس میں پیش ہوا تو قاضی نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو اپنی نشست پر بٹھایا اور خود اس نصرانی یا یہودی کے پاس بیٹھ گیا، اس وقت حضرت علیؓ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر میرا فریق ثانی مسلمان ہوتا تو میں مجلس قضا میں اس کے ساتھ بیٹھتا لیکن میں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ: ان لوگوں کو حقیر اور ذلیل قرار دو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حقیر قرار دیا ہے اور پھر قاضی شریح سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ اے شریح! میرے اور اس غیر مسلم کے درمیان زرہ کے مسئلہ میں فیصلہ کیجئے۔ اس پر قاضی نے غیر مسلم سے کہا کہ تو اس مسئلہ میں کیا کہتا ہے تو اس نے کہا کہ میں امیر المومنین کو جھٹلاتا تو نہیں لیکن یہ زرہ میری ہے (اور میرے قبضہ میں ہے) اس کے بعد قاضی شریح نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے شہادت طلب کی تو آپؓ نے اپنے فرزند اور غلام قنبر کی شہادت پیش کی۔ قاضی نے والد کے حق میں بیٹے کی شہادت کو رد کرتے ہوئے نصرانی یا یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اس پر غیر مسلم نے قاضی کے خلیفہ وقت کے خلاف فیصلہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور پھر تسلیم کیا کہ زرہ واقعی حضرت علی المرتضیٰؓ کے اونٹ سے گر پڑی تھی جسے میں نے اٹھا لیا تھا، لیکن اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ نے یہ اپنی

زرہ اسے عنایت فرمادی۔

واقعہ ہذا کو ابن کثیرؒ نے بھی البدایہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی سیرت عادلہ کے تحت اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

اس مقام میں یہ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ قاضی شریح بن الحارث الکندی تابعین میں سے ہیں اور اس دور کی بڑی پایہ کی شخصیت ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو قضا اور فیصلہ کی قوت سے سرفراز فرمایا تھا، ان کے فیصلے نہایت منصفانہ اور عادلانہ ہوتے تھے۔

اسی بنا پر خلفاء راشدین کے دور میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ خصوصاً امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ نے ان کی اہلیت کی بنا پر ان کا معقول وظیفہ قائم کیا ہوا تھا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ ان کو بیت المال سے پانچ صد درہم (سالانہ) بطور وظیفہ عنایت فرمایا کرتے تھے۔

قرنفل کی تقسیم میں حضرت علیؓ کا انصاف

معاشرتی زندگی میں حضرت علی المرتضیٰؓ نے ہمیشہ انصاف کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ خصوصاً بیت المال کے معاملہ میں آنجنابؓ کے واقعات عدل و انصاف کے باب میں مشہور و معروف ہیں۔

چنانچہ محدث ابن ابی شیبہؒ نے اس سلسلہ میں کئی واقعات ذکر کئے ہیں، ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی خادمہ (ام ولد) آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت آپ کے سامنے قرنفل (لونگ) سے تیار شدہ ایک ہار موجود تھا، خادمہ نے اسے اپنی دختر کے لئے طلب کیا تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ دراہم لاؤ تا کہ تجھے قرنفل دیے جائیں، یہ مسلمانوں کا مال ہے (مفت نہیں دیا جاسکتا) اگر دراہم پاس نہیں ہیں تو کچھ مدت کے لئے صبر کرو تا کہ ہمیں ہمارا حصہ اس میں سے مل جائے تو ہم تجھے تیری دختر کے ہار کے لئے اس میں سے دے دیں گے۔

یہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا بیت المال کے معاملہ میں کمال تقویٰ اور دیانت ہے کہ اپنے خدام اور یہ کنیزوں کے لئے بھی بغیر استحقاق کے چند قرنفل دینے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

بیت المال سے لیموں کی منصفانہ تقسیم

حضرت علی المرتضیٰؓ کے انصاف کا ایک اور واقعہ محدث ابن ابی شیبہؒ نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ آنجناب کی صاحبزادی ام کلثومؓ بنت علی کا غلام ابو صالح تھا۔ وہ ام کلثومؓ کی خدمت کرتا تھا وہ ذکر کرتا ہے کہ میں ایک دفعہ ام کلثومؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے دونوں برادران حضرت حسنؓ و حسینؓ بھی تشریف لائے تو اس دوران انہوں نے فرمایا کہ اپنے غلام ابو صالح کو کھانے کے لئے کوئی چیز دی ہے؟ تو ام کلثومؓ نے کہا کہ اب دیتے ہیں۔ پس انہوں نے سالن کا ایک پیالہ بھیجا، اس میں ایک قسم کے غلہ کا شوربہ تیار شدہ تھا۔ ابو صالح کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ تم وقت کے امراء ہو اور مجھے یہ معمولی کھانا دیتے ہو تو اس کے جواب میں ام کلثومؓ نے فرمایا کہ: اے ابو صالح! تو اگر امیر المومنین علی المرتضیٰؓ کو دیکھتا تو اور تعجب کرتا، پھر انہوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے انصاف کا ایک واقعہ سنایا فرمانے لگیں کہ: ایک دفعہ کچھ لیموں حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں لائے گئے اور وہ بیت المال کی ملک تھے تو حضرات حسنینؓ اس میں سے اپنی ضرورت کے لئے لینے لگے، تو حضرت علیؓ نے ان کے ہاتھ سے لیموں لئے اور حکم دیا کہ ان کو مستحقین پر تقسیم کیا جائے۔

شہد کے معاملہ میں انصاف

اسی طرح حضرت علی المرتضیٰؓ کے انصاف کا ایک اور واقعہ علماء ذکر کیا کرتے ہیں کہ اس دور میں اصفہان وغیرہ کے علاقے پر عمرو بن سلمہ کو عامل بنایا تھا۔ وہاں سے وہ شہد اور دیگر اشیاء لائے تھے حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو وہ شہد اور دیگر چیزیں حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش کیں۔ آنجناب نے اس کو رحبہ کے مقام میں ان چیزوں کو رکھوا دیا اور مسلمانوں میں تقسیم ہونے تک اس پر محافظ اور امین مقرر کر دیئے۔

اس دوران میں جناب کی صاحبزادی ام کلثوم بنت علیؓ کو اس مال کی آمد کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے مال کے امین کے پاس آدمی بھیجا کہ شہد اور گھی کے مشکیزوں میں سے ایک ایک مشکیزہ ہمیں دے دیا جائے (ہمیں ضرورت ہے)۔

حضرت علیؓ نماز کی طرف جب تشریف لے گئے تھے تو اس مال کو شمار کر کے گئے تھے جب واپس تشریف لائے اور مال کو ملاحظہ فرمایا تو اس مال میں سے دو مشکیزے ایک عسل کا اور ایک گھی کا کم پائے گئے، پس آپؓ نے امین کو بلا کر اس کے متعلق دریافت کیا تو اس نے پہلے تو کچھ پس و پیش کیا پھر بعد میں حضرت علیؓ کے زور ڈالنے پر اس نے اصل معاملہ عرض کر دیا، آپ کی صاحبزادی ام کلثومؓ نے اس طرح آدمی بھیجا ہے اور میں نے انہیں یہ دونوں مشکیزے بھجوا دیئے ہیں۔

اس حقیقت حال معلوم ہونے پر حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کی طرف قاصد بھیجا کہ یہ دونوں مشکیزے شہد اور گھی کے واپس کر دیں جب وہ دونوں مشکیزے واپس لائے گئے تو ان میں سے کچھ مقدار کم پائی گئی پھر آپ نے تجار سے اس کم شدہ مال کی قیمت لگوائی تو اس کی قیمت تقریباً تین درہم سے کچھ زیادہ تھی اس کے بعد آنجناب نے ام کلثوم کی طرف آدمی بھیجا کہ یہ قیمت ہماری طرف بھیج

دیں (چنانچہ وہ دراہم حاصل کر لئے گئے) پھر اس کے بعد حضرت علیؓ نے باقی مشکیزوں کے متعلق حکم دیا اور وہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔

ایک روٹی کی سات حصوں میں تقسیم

ماقبل میں چند ایک چیزیں معاشرتی زندگی میں انصاف اور عدل کے متعلق ذکر کی گئی ہیں انصاف کے واقعات میں ایک واقعہ یہ بھی علماء نے لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے پاس ایک دفعہ اصفہان کے علاقہ سے کچھ مال آیا۔ اس کو آنجنابؓ نے حسب موقع سات حصوں پر تقسیم فرمایا اس کے بعد ایک روٹی ناقابل تقسیم باقی رہ گئی۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس کے سات ٹکڑے بنا کر مال کے ساتوں حصوں پر رکھوا دیئے اور پھر اس کے بعد لوگوں میں قرعہ اندازی کے موافق اسے تقسیم کر دیا گیا۔

بازار والوں پر سلام کہنا

اہل تراجم حضرات لکھتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ بازار میں جب تشریف لے جایا کرتے تھے تو پہلے اہل بازار پر سلام کہتے تھے، سلام کہنا اسلام کا اہم معاشرتی اصول ہے بنا بریں سیدنا علی المرتضیٰؓ بازار والوں کے ساتھ ابتدائے بالسلام کرتے تھے۔ اس طریقہ سے سنت نبوی کی اتباع ہوئی اور اہل اسلام کے لئے عملاً اس مسئلہ کی تبلیغ اور ترویج بھی ہے۔

خرید اشیاء اور کمال تقویٰ

بعض خصال حسنہ علی المرتضیٰؓ کی ایسی پائی جاتی ہیں جو دیگر حضرات میں بہت کم ملیں گی۔ ان خصوصی خصال کی بنا پر آنجنابؓ کا کمال تقویٰ انتہائی مدارج پر پہنچا ہوا تھا۔

تراجم نویس حضرات نے سیدنا علی المرتضیٰؓ کے متعلق ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ:

☆......ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰؓ لباس خریدنے کے لئے بازار میں تشریف لے گئے آپؓ نے صاحب دکان سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ تو اس دکاندار نے کہا کہ ہاں امیر المؤمنین میں آپؓ کو پہچانتا ہوں تو آنجنابؓ اس دکان سے آگے بڑھ گئے اور دوسرے دکاندار کے پاس پہنچ کر ارشاد فرمایا کہ آپ مجھ سے متعارف ہیں تو اس نے عرض کیا کہ میں آپؓ کو نہیں پہچانتا تو آنجنابؓ نے اس سے قمیض کے لئے کپڑا خریدا اور اس کپڑے کا قمیض تیار کروایا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ذکر فرمائی۔

اس نوعیت کے واقعہ سے آنجنابؓ کا مقصد ظاہری طور پر یہی ہے کہ جان پہچان والے شخص سے اگر اشیاء کی خرید کریں گے تو وہ بے چارہ ازراہ لحاظ کم قیمت لگا کر رعایتاً فروخت کرے گا اور اس صورت میں اسے خسارہ برداشت کرنا پڑے گا جب کہ غیر متعارف شخص سے یہ بات صادر نہ ہوگی بلکہ وہ خرید شدہ اشیاء کی پوری قیمت وصول کرے گا اور اس طرح وہ کسی خسارہ میں نہیں رہے گا۔

یہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا کمال تقویٰ اور دیانت داری ہے جس کی نظیر کا پایا جانا دشوار ہے۔ یہ اہل تقویٰ کا اعلیٰ کردار ہے جو عام لوگوں میں بہت کم پایا جاتا ہے۔

حلیمانہ طرز عمل

☆......محدثین نے بازار سے متعلق حضرت علی المرتضیٰؓ کا ایک اور عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰؓ بازار میں تشریف لے گئے۔ اتفاقاً بارش ہونے لگی تو اس حالت میں آنجنابؓ ایک دکاندار کے خیمہ کے نیچے بارش سے بچنے کے لئے کھڑے ہونے لگے وہ صاحب خیمہ جو آپؓ کو پہچانتا نہیں تھا، آپؓ کو خیمے سے باہر نکالنے لگا تو حضرت علی المرتضیٰؓ فرما رہے تھے کہ میں بارش سے بچنے کے لئے خیمے میں پناہ لے رہا ہوں۔

صاحب خیمہ فارسی تھا اسے بعد میں جب بتلایا گیا کہ یہ تو امیر المؤمنین علی المرتضیٰؓ تھے تو وہ اپنے فعل پر نہایت پریشان اور پشیمان ہوا اور اپنے اضطراب کا اظہار کرنے لگا۔

☆......محدثینؒ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے اخلاق حسنہ اور متواضعانہ کردار کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایک مرتبہ ایک درہم کے خرما خرید فرمائے اور ان کو اپنے کپڑے میں لپیٹ کر اپنے دوش پر اٹھا کر لے جانے لگے تو ایک شخص نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! یہ کھجور میں اٹھا کر پہنچاتا ہوں، تو سیدنا علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ ایسا نہ کیا جائے، صاحب عیال اس چیز کے اٹھانے کا زیادہ حق دار ہے۔

گویا یہ عملی تعلیم ہے کہ انسان اپنا کام خود کرے تو بہتر ہے اور ساتھ ہی اتباع سنت نبوی ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

(تلخیص از سیرت سیدنا علی المرتضیٰؓ)

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون: 2545573

توبہ کے فوائد وثمرات

مفتی محمد شعیب

انسان کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے عقل عطا فرمائی اور یہ عقل غور وفکر، سوچ اور جستجو سے انسان کو رہنمائی کے لئے نت نئے طریقے سکھاتی ہے۔ اور بار بار اللہ تعالیٰ انسان کو غور وفکر کی دعوت بھی دیتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو دنیا کی تمام چیزیں چاہے بحری ہوں یا بری، جماداتی ہوں یا نباتاتی، حیوانی ہوں یا جناتی، غرض ہر چیز پر غور کیا جائے تو جواب آتا ہے کہ یہ سب چیزیں حضرت انسان کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ مختلف کیفیتوں اور حالتوں سے بدلتی ہوئی یہ چیزیں بالواسطہ یا بلاواسطہ انسان ہی کے لئے مسخر کی گئی ہیں اور یہ کارخانہ قدرت ازل سے چلا آرہا ہے اور ابد تک انسان کو نفع ہی دیتا رہے گا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو انسان کے لئے قربان کردیا ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ کیا انسان بھی اپنے پیدا کرنے والے رب کے لئے کوئی قربانی دے سکتا ہے؟ اسی کو قرآن مجید بڑے پیارے انداز میں مخاطب ہوکر انسان سے یہ سوال کرتا ہے کہ:

"یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ" (الانفطار:۶،۷،۸)

ترجمہ: "اے انسان! تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈالا؟ اس رب کریم کے بارے میں جس نے تمہیں پیدا کیا اور ایک اچھی شکل و صورت میں ڈھال دیا۔"

انسان کو چاہئے کہ وہ غور وفکر کرے کہ میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسا تعلق ہے؟ جو رب مجھے ہر وقت رزق عطا کرتا ہے، جو میری ضروریات کا کفیل ہے، جو زمین وآسمان، دن رات، سورج وچاند کے نظاموں کو میرے لئے مسخر کرتا ہے، اس رب کے ساتھ میں نے کتنی وفاداری دکھائی ہے؟

ہمیں اپنا احتساب کرنا چاہئے، اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہئے، دل کی حالت کو سامنے رکھنا چاہئے۔ دلی کیفیات کے جانچنے کو صوفیا کی اصطلاح میں مراقبہ کہتے ہیں اور یہی مراقبہ انسان کو توبہ سکھاتا ہے۔ اور توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں بار بار توبہ کی ترغیب دی گئی ہے اور فرمایا گیا:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ" (التحریم:۸)

ترجمہ: "اے ایمان والو! آجاؤ توبہ کی طرف اور سچے صاف دل سے توبہ کرلو، امید ہے تمہارا رب تمہارے گناہوں کو مٹا کر تمہیں بہتی نہروں والی جنت میں داخل کرے گا۔"

اس رحیم رب سے مانگو تو سہی، پھر دیکھو وہ کیسے عطا کرتا ہے! یہ وہ بادشاہ ہے جو مانگنے والے سے خوش اور نہ مانگنے والے سے ناراض ہوتا ہے۔ تاریخ میں ذرا اس واقعہ کو بھی پڑھئے کہ جب حضرت حسن بصریؒ کے زمانہ کا ایک نوجوان اپنے باپ کی چھوڑی ہوئی بہت بڑی دولت میں نازاں ہوکر شراب وکباب کی مستی میں مبتلا اپنے وقت کا بہت بڑا زانی اور چور تھا۔ اس کی عیاشی، مستی، ظلم وبربریت، شہوت پرستی، چوری اور ڈاکہ کے قصے زبان زد عام تھے۔ مگر اس کی ماں ایک بہت ہی نیک اللہ والی خاتون تھیں، وہ ہر وقت اپنے اس بیٹے کو سمجھاتی تھیں کہ بیٹا! ان گناہوں کی لت میں مت پڑو، بیٹا! زنا چھوڑ دو، بیٹا! شراب نہ پیو، بیٹا! توبہ کرلو، نیکی کی طرف آجاؤ اور میرے ساتھ چلو، ہم حضرت حسن بصریؒ کے پاس جاکر تمہاری توبہ کروالیں۔ وہ نیک بوڑھی اماں بہت منتیں سماجتیں کرتی رہیں، مگر وہ بیٹا باز نہ آیا۔ زمانہ گزرتا رہا، آخر کار بیٹا ایک انوکھے مرض میں مبتلا ہوگیا اور موت وحیات کی کشمکش میں آگیا، جب اُسے اپنی موت سامنے نظر آنے لگی اور جانے کا وقت یقینی طور پر قریب آگیا، اب اُسے احساس ہوا اور ندامت ہوئی، اب چارپائی پر لیٹا ہوا ہے، چل پھر نہیں سکتا، زندگی کی آخری ساعتوں میں پکارتا ہے: اے ماں! تو ساری زندگی حسن بصریؒ کا نام لیتی تھی، میں اب چل نہیں سکتا، خدارا! آپ چلی جائیں اور حضرت حسن بصریؒ کو ادب کے ساتھ عرض کردیں کہ میں اب چل نہیں سکتا، میں آخری وقت میں ہوں، تھوڑا سا وقت نکال کر ہمارے گھر تشریف لے آئیں اور میری توبہ کروادیں، مجھے تو توبہ کا طریقہ بھی نہیں آتا۔ یہ بوڑھی ماں کانپتے جسم کے ساتھ حضرت حسن بصریؒ کے دربار میں پہنچی اور یہ درخواست پیش کی۔ حضرت حسن بصریؒ نہایت شفیق، محبت اور درددل رکھنے والے بزرگ تھے، مگر اس وقت انہوں نے اپنا درس پڑھانے کے عذر کی وجہ سے اس نوجوان کے پاس آنے سے انکار کردیا۔ ماں روتی دھوتی واپس آگئی اور کہا: اے بیٹے! تو بہت بد نصیب اور بدبخت ہے، حسن بصری جیسا بزرگ اور ولی بھی اب تیرے پاس آنے کو تیار نہیں۔ نوجوان یہ سن کر بے انتہا رویا اور پھر اپنی بوڑھی ماں کو مخاطب ہوکر کہا کہ قبل اس کے کہ میری روح قبض ہوجائے، میری دو وصیتیں سن لو اور قسم دیتا ہوں کہ اس وصیت پر عمل کروگی:

پہلی وصیت: یہ ہے کہ جب میری روح پرواز کرجائے تو اپنے دوپٹہ سے میری گردن پر پھندا لگا

دینا اور پھر اس پھندے سے میری لاش کو محلہ کی گلی کوچوں میں گھسینا، تاکہ میرے ساتھ چوری، زنا اور ڈاکہ میں شریک دوستوں کو میرے انجام کا پتہ چل جائے اور میری ذلت کا یہ منظر ان کے سامنے آجائے، شاید میری لاش کے ساتھ ایسے عبرت ناک سلوک کو دیکھ کر کسی کو توبہ کی توفیق ہوجائے۔

دوسری وصیت: یہ ہے کہ میرے انتقال کے بعد میری قبر مسلمانوں کے قبرستان میں نہ بنانا، میں اللہ کی نظر میں بہت بدترین آدمی ہوں اور اللہ کا غضب مجھ پر شدید ہوگا۔ میں چاہتا ہوں اس غضب کی وجہ سے میرے اوپر اترنے والا عذاب میرے اوپر ہی رہے، کہیں ایسا نہ ہو میری وجہ سے میرے پڑوسی قبر والوں کو بھی تکلیف پہنچے۔

ان دو وصیتوں کے بعد اس نوجوان نے دھاڑیں مارتے ہوئے نظریں آسمان کی طرف کیں اور ہاتھ اٹھائے معافیاں مانگتا رہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر اس کی گال پر ٹپک رہے تھے، ابھی ہاتھ اٹھائے ہی ہوئے تھے کہ اس کی روح پرواز کر گئی۔ یوں یہ نوجوان اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کی موت کے بعد اس کی ماں دوبارہ حضرت حسن بصریؒ کے دربار میں گئی اور عرض کیا کہ: حضرت! جس بیٹے کے لئے میں آپ کے پاس آئی تھی، اب وہ جاچکا ہے، اس کا انتقال ہوگیا ہے، اب تو آپ آجائیے، میرے بیٹے کا جنازہ پڑھا دیجئے، شاید آپ کے جنازہ پڑھانے کی وجہ سے اللہ کو رحم آجائے اور میرے اس بدنصیب بیٹے کی بخشش ہوجائے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس وقت حضرت حسن بصریؒ کی شخصیت پر جلالی کیفیت طاری تھی۔ یہ بوڑھی ماں حضرت حسن بصریؒ کی منتیں کررہی تھی، مگر پھر بھی حضرت حسن بصریؒ آنے کو تیار نہیں، چنانچہ بوڑھی اماں دوبارہ واپس آگئی اور بیٹے کی لاش پر کفن ڈالے رو رہی تھی کہ اچانک دروازہ پر دستک ہوئی، دروازہ کھلا تو ہے، حضرت حسن بصریؒ گھر میں داخل ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں: کہاں ہے تمہارا بیٹا؟ کہاں ہے وہ ولی؟ کہاں ہے وہ بزرگ؟ اور پھر فرمایا کہ جب تم ابھی ملنے آئی تھی، میں نے آنے سے انکار کیا، اسی وقت میں کچھ دیر کے لئے لیٹا اور خواب دیکھا کہ اللہ کی طرف سے پکار آرہی ہے: "اے حسن! تم میرے کیسے دوست ہو؟ تم نے میرے ولی کا جنازہ پڑھانے سے انکار کیا ہے؟ وہ تو میرا دوست ہے، سن اے حسن! اس کو میں نے بخش دیا، اس کی مغفرت ہوچکی ہے۔"

حضرت حسن بصریؒ آگے بڑھے، خود اپنے ہاتھ سے غسل دیا، اپنے ہاتھ سے کفن دیا اور اپنے ہاتھوں سے تدفین کی۔

تاریخ میں فضیل بن عیاضؒ کے واقعہ کو بھی پڑھئے! یہ اپنے وقت کے بہت بڑے ڈاکو تھے اور ان کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ مائیں اپنے بچوں کو فضیل کے نام سے ڈرایا کرتی تھیں کہ سوجاؤ، ورنہ فضیل آجائے گا۔ قصوں اور کہانیوں میں انہیں ایک خطرناک اور پراسرار شئے سمجھا جاتا تھا۔ اپنی عادت کے مطابق ایک دن کسی گھر ڈاکہ مارنے پہنچے، رات کا آخری حصہ تھا، گھر میں ایک اللہ کا بندہ قرآن پاک کی تلاوت کررہا تھا:

"أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ" (الحدید:۱۶)

ترجمہ: "کیا ایمان والوں کے لئے ابھی بھی وہ وقت نہیں آپہنچا کہ ان کے دل اللہ کے خوف سے ڈر جائیں اور جو حق نازل ہوا ہے اس کے آگے سر تسلیم خم کردیں؟"

کان میں اس آیت کا پڑنا ہی تھا، بس اسی لمحہ دل کی کایا پلٹی، ڈاکہ چھوڑا اور زوردار آواز سے کہا: "بلی یا رب! قد آن" ترجمہ: "ہاں اے میرے رب! اب وہ وقت آہی گیا ہے۔"

اسی وقت سچی توبہ کی اور پھر یہی فضیلؒ آہستہ آہستہ تقویٰ میں آگے بڑھتے رہے اور بہت بڑے ولی بن کر دنیا کے سامنے آئے۔ آج اولیاء کرام کی فہرست میں ایک بہت بڑا مقام اور مرتبہ حضرت فضیل بن عیاضؒ کا ہے۔ خدا ان کی قبر پر لازوال رحمتیں نازل فرمائے۔ تاریخ میں ایسے توبہ کرنے والوں کے قصے کثرت کے ساتھ مذکور ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نوجوانوں کے گروہوں کو مخاطب ہوکر انہیں توبہ کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ اور وہ حدیث مشہور ہے:

"التائب من الذنب کمن لا ذنب له" (ابن ماجہ)

ترجمہ: "گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔"

اور جوانی کی توبہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ علامہ رومیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ جوانی کی عمر میں کر لیجئے، بڑھاپے کی عمر میں توبہ کرنا کمال نہیں ہے، علامہ رومیؒ اپنے شعر میں عجیب تشبیہ پیش کرتے ہیں:

وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار
در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است

یعنی "بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی متقی اور پرہیزگار بن جاتا ہے، جوانی میں توبہ کرو، کیونکہ جوانی میں توبہ کرنا پیغمبروں کا شیوہ ہے۔"

انسان سے گناہ ممکن ہے، گناہ کے داعیے بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں، لیکن ان گناہوں کے سامنے ڈٹ جانے اور اپنے رب سے معافی مانگنے والے کو حدیث میں بہترین مؤمن قرار دیا گیا ہے۔

آیئے! عزم کیجئے! اپنے آپ کو گناہوں سے بچائیں گے، اپنے رب سے وفاداری کرتے ہوئے اور سچے دل سے توبہ کرکے اپنے ایمان کو مضبوط اور کامل بنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

☆☆.........☆☆

فضائل ومسائل اعتکاف

گزشتہ سے پیوستہ

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

شرعی ضرورت کے لئے نکلنا

شرعی ضرورت سے ہماری مراد یہاں وہ ضروریات ہیں، جن کی بناپر مسجد سے نکلنا شریعت نے معتکف کے لئے جائز قرار دیا ہے اور اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا، ضروریات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) پیشاب پاخانے کی ضرورت، (۲) غسل جنابت جبکہ مسجد میں غسل کرنا ممکن نہ ہو، (۳) وضو جبکہ مسجد میں رہتے ہوئے وضو کرنا ممکن نہ ہو، (۴) کھانے پینے کی اشیاء باہر سے لانا، جبکہ کوئی اور شخص لانے والا موجود نہ ہو، (۵) موذن کے لئے اذان دینے کے مقصد سے باہر جانا، (۶) جس مسجد میں اعتکاف کیا ہے، اگر اس میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو تو جمعہ کی نماز کے لئے دوسری مسجد میں جانا، (۷) مسجد کے گرنے وغیرہ کی صورت میں دوسری مسجد میں منتقل ہونا۔

ان ضروریات کے علاوہ کسی اور مقصد سے باہر جانا معتکف کے لئے جائز نہیں، اب ان تمام ضروریات کی کچھ تفصیل عرض کی جاتی ہے۔

قضائے حاجت

۱:...... معتکف قضائے حاجت یعنی پیشاب پاخانے کی ضرورت سے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے، جہاں تک پیشاب کا تعلق ہے، اس کے لئے مسجد کی قریب ترین جس جگہ پیشاب کرنا ممکن ہو، وہاں جانا چاہئے، لیکن پاخانے کے لئے جانے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مسجد کے ساتھ کوئی بیت الخلاء بنا ہوا ہے، اور وہاں قضائے حاجت کرنا ممکن ہے تو اسی میں قضائے حاجت کرنا چاہئے، کہیں اور جانا درست نہیں، لیکن اگر کسی شخص کے لئے اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ قضائے حاجت طبعاً ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس غرض کے لئے اپنے گھر چلا جائے خواہ مسجد کے قریب بیت الخلاء موجود ہو۔ (شامی)

لیکن جس شخص کو یہ مجبوری نہ ہو، اسے مسجد کا بیت الخلاء ہی استعمال کرنا چاہئے، اگر ایسا شخص مسجد کا بیت الخلاء چھوڑ کر گھر چلا جائے تو بعض علماء کے نزدیک اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (شامی)

۲:...... لیکن اگر مسجد کا کوئی بیت الخلاء نہ ہو یا اس میں قضائے حاجت ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو قضائے حاجت کے لئے اپنے گھر جانا جائز ہے، خواہ وہ گھر کتنی دور ہو۔ (ایضا)

۳:...... اگر مسجد کے قریب کسی دوست یا عزیز کا گھر موجود ہو تو قضائے حاجت کے لئے اس کے گھر جانا ضروری نہیں، بلکہ اس کے باوجود اپنے گھر میں جانا جائز ہے، خواہ گھر اس دوست یا عزیز کے مکان کے مقابلے میں دور ہو۔ (ایضا)

۴:...... اگر کسی شخص کے دو گھر ہوں تو اس کو چاہئے کہ قریب والے گھر میں جا کر قضائے حاجت کرے، دور والے گھر میں جانے سے بعض علماء کے نزدیک اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (شامی وعالمگیری)

۵:...... اگر بیت الخلاء مشغول ہو تو خالی ہونے کے انتظار میں ٹھہرنا جائز ہے، لیکن ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ایک منٹ کے لئے بھی ٹھہرنا جائز نہیں، اگر ٹھہر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

(بہشتی ص:۲۲۳)

۶:...... بیت الخلاء کو جاتے یا وہاں سے آتے وقت راستے میں یا گھر میں کسی کو سلام کرنا، سلام کا جواب دینا یا مختصر بات چیت کرلینا جائز ہے، بشرطیکہ اس بات چیت کے لئے ٹھہرنا نہ پڑے۔ (مرقاۃ)

۷:...... بیت الخلاء کے لئے جاتے یا وہاں سے آتے وقت تیز چلنا ضروری نہیں، آہستہ آہستہ چلنا بھی جائز ہے۔ (عالمگیری)

۸:...... قضائے حاجت کے لئے جاتے وقت کسی شخص کے ٹھہرانے سے ٹھہرنا نہ چاہئے، بلکہ چلتے چلتے اسے بتادینا چاہئے کہ میں اعتکاف میں ہوں، اس لئے ٹھہر نہیں سکتا، اگر کسی کے ٹھیرانے سے کچھ دیر ٹھہر گیا تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا، یہاں تک کہ اگر راستے میں کسی قرض خواہ نے روک لیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اگرچہ صاحبینؒ کے نزدیک ایسی مجبوری سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا اور امام سرخسیؒ نے سہولت کی بناپر صاحبینؒ ہی کے قول کی طرف رجحان ظاہر کیا ہے۔ (مبسوط سرخسیؒ، ج:۳، ص:۱۲۲) لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ کسی بھی صورت میں راستے میں نہ ٹھہرے۔

۹:...... جب بیت الخلاء جانے کے لئے نکلا ہو تو بیڑی سگریٹ پینا جائز ہے، بشرطیکہ اس غرض سے ٹھہرنا نہ پڑے۔

۱۰:...... جب کوئی شخص قضائے حاجت کے

لئے اپنے گھر گیا ہو تو قضائے حاجت کے بعد وہاں وضو کرنا بھی جائز ہے۔ (مجمع الانہر، ج:۱، ص:۲۵۶)

۱۱:...... قضائے حاجت میں استنجاء بھی داخل ہے، لہٰذا جن لوگوں کو قطرے کا مرض ہوتا ہے، وہ اگر صرف استنجاء کے لئے باہر جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں، اسی لئے فقہاء نے استنجاء کو قضائے حاجت کے علاوہ خروج کا مستقل عذر قرار دیا ہے۔ (دیکھئے شامی، ج:۲، ص:۱۳۲)

معتکف کا غسل

معتکف کو صرف احتلام ہوجانے کی صورت میں غسل جنابت کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے، اس میں بھی یہ تفصیل ہے کہ اگر مسجد کے اندر رہتے ہوئے غسل کرنا ممکن ہو، مثلاً کسی بڑے برتن میں بیٹھ کر اس طرح غسل کرسکتا ہو کہ پانی مسجد میں نہ گرے تو باہر جانا جائز نہیں، لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو غسل جنابت کے لئے باہر جاسکتا ہے (فتح القدیر، ج:۳، ص:۱۱۱) اور اس میں بھی یہی تفصیل ہے کہ اگر مسجد کا کوئی غسل خانہ موجود ہے تو اس میں جاکر غسل کریں، لیکن اگر مسجد کا کوئی غسل خانہ نہیں ہے یا اس میں غسل کرنا کسی وجہ سے ممکن نہیں یا سخت دشوار ہے تو اپنے گھر جاکر بھی غسل کرسکتے ہیں۔

غسل جنابت کے سوا کسی اور غسل کے لئے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، جمعہ کے غسل یا ٹھنڈک کی غرض سے غسل کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، اس غرض سے مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، البتہ جمعہ کا غسل کرنا ہو یا ٹھنڈک کے لئے نہانا ہو تو اس کی ایسی صورت اختیار کی جاسکتی ہے، جس سے پانی مسجد میں نہ گرے، مثلاً کسی ٹب میں بیٹھ کر نہالیں یا مسجد کے کنارے پر اس طرح غسل کرنا ممکن ہو کہ پانی مسجد سے باہر گرے تو ایسا بھی کرسکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مسنون اعتکاف میں جمعہ کے غسل یا ٹھنڈک کی خاطر غسل کے لئے مسجد سے باہر نہیں جانا چاہئے، ہاں نفلی اعتکاف میں ایسا کرسکتے ہیں، اس صورت میں جتنی دیر غسل کے لئے باہر رہیں گے اتنی دیر کا اعتکاف معتبر نہیں ہوگا۔

معتکف کا وضو

۱:...... اگر مسجد میں وضو کرنے کی ایسی جگہ موجود ہے کہ معتکف خود تو مسجد میں رہے لیکن وضو کا پانی مسجد سے باہر گرے تو وضو کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، چنانچہ ایسی صورت میں معتکف کو وضو خانے تک جانا بھی جائز نہیں ہے۔

بعض مسجدوں میں معتکفین کے لئے الگ پانی کی ٹونٹیاں اس طرح لگائی جاتی ہیں کہ معتکف خود مسجد میں بیٹھتا ہے لیکن ٹونٹی کا پانی مسجد سے باہر گرتا ہے، اگر مسجد میں ایسا انتظام موجود ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور اگر ایسا انتظام نہیں ہے تو نل سے وضو کرنے کے بجائے کسی غیر معتکف سے لوٹے میں پانی منگواکر مسجد کے کنارے پر اس طرح وضو کرلیں کہ پانی مسجد سے باہر گرے۔

۲:...... لیکن اگر کسی مسجد میں ایسی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو وضو کے لئے مسجد سے باہر وضو خانے یا وضو خانہ موجود نہ ہو تو کسی اور قریبی جگہ جانا جائز ہے (شامی) اور یہ حکم ہر قسم کے وضو کا ہے، خواہ وہ فرض نماز کے لئے کیا جارہا ہو یا نفلی عبادتوں کے لئے۔

۳:...... جن صورتوں میں معتکف کے لئے وضو کی غرض سے باہر نکلنا جائز ہے، ان میں وضو کے ساتھ مسواک، منجن یا ٹوتھ پیسٹ سے دانت مانجھنا، صابن لگانا اور تولیہ سے اعضا خشک کرنا بھی جائز ہے، لیکن وضو کے بعد ایک لمحے کے لئے بھی باہر ٹھہرنا جائز نہیں اور نہ راستے میں رکنا جائز ہے۔

کھانے کی ضرورت

اگر کسی شخص کو کوئی ایسا آدمی میسر ہے، جو اس کے لئے مسجد میں کھانا پہنچا سکے تو اس کے لئے کھانا لانے کی غرض سے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، لیکن اگر کسی شخص کو ایسا کوئی آدمی میسر نہیں ہے تو وہ کھانا لانے کے لئے مسجد سے باہر جاسکتا ہے۔ (البحرالرائق، ج:۲، ص:۳۲۶) لیکن کھانا مسجد میں لاکر ہی کھانا چاہئے (کفایۃ المفتی، ج:۴، ص:۲۳۲) نیز ایسے شخص کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسے وقت مسجد سے نکلے جب اسے کھانا تیار مل جائے تاہم اگر کچھ دیر کھانے کے انتظار میں ٹھہرنا پڑے تو مضائقہ نہیں۔

اذان

۱:...... اگر کوئی موذن اعتکاف میں بیٹھا ہو اور اسے اذان دینے کے لئے مسجد سے باہر جانا پڑے تو اس کے لئے بھی باہر نکلنا جائز ہے، مگر اذان کے بعد نہ ٹھہرے۔

۲:...... اگر کوئی شخص باقاعدہ موذن تو نہیں ہے، لیکن کسی وقت کی اذان دینا چاہتا ہے تو اس کے لئے بھی اذان کی غرض سے باہر نکلنا جائز ہے۔

(مبسوط سرخسی، ج:۳، ص:۱۲۶)

نماز جمعہ

۱:...... بہتر یہ ہے کہ اعتکاف ایسی مسجد میں کیا جائے، جس میں نماز جمعہ ہوتی ہو تاکہ جمعہ کے لئے باہر نہ جانا پڑے، لیکن اگر کسی مسجد میں جمعہ کی نماز نہیں ہوئی، مگر پنج وقتہ نماز ہوتی ہے تو اس میں بھی اعتکاف کرنا جائز ہے۔ (شامی وعالمگیری)

۲:...... ایسی صورت میں نماز جمعہ پڑھنے کے لئے دوسری مسجد میں جانا بھی جائز ہے، لیکن اس غرض کے لئے ایسے وقت اپنی مسجد سے نکلے جب اسے اندازہ ہو کہ جامع مسجد پہنچنے کے بعد وہ چار رکعت سنت ادا کرے گا تو اس کے فوراً بعد خطبہ شروع ہوجائے گا۔ (عالمگیر)

۳:...... جب کسی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے کے لئے گیا ہو تو فرض پڑھنے کے بعد سنتیں بھی وہاں پڑھ سکتا ہے، لیکن اس کے بعد ٹھہرنا جائز نہیں (ایضاً) تاہم

اگر ضرورت سے زیادہ ٹھہر گیا تو چونکہ مسجد میں ٹھہرا ہے، اس لئے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ (بدائع، ج:۲، ص:۱۱۴)

۴:...... اگر کوئی شخص جامع مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے گیا اور وہاں جاکر باقی ماندہ اعتکاف اسی مسجد میں پورا کرنے کے لئے وہیں ٹھہر گیا تو اس سے اعتکاف تو صحیح ہوجائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

مسجد سے منتقل ہونا

ہر معتکف کے لئے ضروری ہے کہ اس نے جس مسجد میں اعتکاف شروع کیا ہے اسی میں پورا کرے، لیکن اگر کوئی ایسی شدید مجبوری پیش آجائے کہ وہاں اعتکاف پورا کرنا ممکن نہ رہے، مثلاً مسجد منہدم ہوجائے، یا کوئی شخص زبردستی وہاں سے نکال دے یا وہاں رہنے میں جان ومال کا کوئی قوی خطرہ ہو تو دوسری مسجد میں منتقل ہوکر اعتکاف پورا کرنا جائز ہے اور اس غرض کے لئے باہر نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، بشرطیکہ وہاں سے نکلنے کے بعد راستے میں کہیں نہ ٹھہرے، بلکہ سیدھا دوسری مسجد میں چلا جائے۔ (فتح القدیر، ج:۳، ص:۱۱۱، عالمگیریہ)

نماز جنازہ اور عیادت

۱:...... عام حالات میں کسی معتکف کے لئے نماز جنازہ میں شرکت کے لئے یا کسی کی بیمار پرسی کے لئے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں، لیکن اگر قضائے حاجت کے لئے نکلا تھا اور ضمناً راستے میں کسی کی بیمار پرسی کرلی یا کسی کی نماز جنازہ میں شرکت کرلی تو جائز ہے، اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔ (بدائع، ج:۲، ص:۱۱۴) لیکن شرط یہ ہے کہ نماز جنازہ یا عیادت مریض کی نیت سے نہ نکلے، بلکہ نیت قضائے حاجت کی ہو اور بعد میں یہ کام بھی کرلے، کیونکہ اگر ان کاموں کی نیت سے نکلے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (شامی) نیز یہ بھی شرط ہے کہ نماز جنازہ اور عیادت کے لئے راستے سے ہٹنا نہ پڑے۔ بلکہ یہ کام راستے میں ہی ہوجائے پھر عیادت مریض تو چلتے چلتے کرنی چاہئے، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے بیمار پرسی کرلیتے تھے، اس غرض کے لئے رکتے نہ تھے۔ (ابوداؤد) اور نماز جنازہ میں یہ شرط ہے کہ نماز کے بعد بالکل نہ ٹھہرے۔ (مرقاۃ، ج:۴، ص:۳۳۰)

۲:...... اس کے علاوہ اگر اعتکاف کی نیت کرتے وقت ہی یہ شرط کرلی تھی کہ میں اعتکاف کے دوران کسی مریض کی عیادت یا نماز جنازہ میں شرکت یا کسی علمی ودینی مجلس میں شامل ہونے کے لئے جانا چاہوں گا تو چلا جاؤں گا تو اس صورت میں ان اغراض کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے اور اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، لیکن اس طرح اعتکاف نفلی ہوجائے گا، مسنون نہ رہے گا۔

اعتکاف کا ٹوٹ جانا

مندرجہ ذیل چیزوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے:

۱:...... جن ضروریات کا پیچھے ذکر کیا گیا ہے، ان کے سوا کسی بھی مقصد سے اگر کوئی معتکف حدود مسجد سے باہر نکل جائے، خواہ یہ باہر نکلنا ایک ہی لمحے کے لئے ہو تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ (ہدایہ)

واضح رہے کہ مسجد سے نکلنا اس وقت کہا جائے گا جب پاؤں مسجد سے اس طرح باہر نکل جائیں کہ اسے عرفاً مسجد سے نکلنا کہا جاسکے، لہٰذا اگر صرف سر مسجد سے باہر نکال دیا تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ وارد بالخروج انفصال قدمیہ۔ (بحر، ص:۳۲۶، ج:۲)

۲:...... اسی طرح اگر کوئی معتکف شرعی ضروریات سے باہر نکلے، لیکن ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ایک لمحے کے لئے بھی باہر ٹھہر جائے تو اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ (شامی)

۳:...... بلاضرورت شرعی مسجد سے باہر نکلنا خواہ جان بوجھ کر ہو یا بھول کر یا غلطی سے بہر صورت اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، البتہ اگر بھول کر یا غلطی سے باہر نکلا ہے تو اس سے اعتکاف توڑنے کا گناہ نہیں ہوگا۔ (شامی)

۴:...... کوئی شخص احاطہ مسجد کے کسی حصے کو مسجد سمجھ کر اس میں چلا گیا، حالانکہ درحقیقت وہ حصہ مسجد میں شامل نہیں تھا تو اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ گیا، اسی لئے شروع میں عرض کیا گیا ہے کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے حدود مسجد اچھی طرح معلوم کرلینی چاہئیں۔

۵:...... اعتکاف کے لئے چونکہ روزہ شرط ہے، اس لئے روزہ توڑ دینے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، خواہ یہ روزہ کسی عذر سے توڑا ہو یا بلاعذر، جان بوجھ کر توڑا ہو یا غلطی سے ٹوٹا ہو، ہر صورت میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، غلطی سے روزہ ٹوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ تو یاد تھا، لیکن بے اختیار کوئی عمل ایسا ہوگیا جو روزے کے منافی تھا، مثلاً صبح صادق طلوع ہونے کے بعد تک کھاتے رہے یا غروب آفتاب سے پہلے یہ سمجھ کر روزہ افطار کرلیا کہ افطار کا وقت ہوچکا ہے، یا روزہ یاد ہونے کے باوجود کلی کرتے وقت غلطی سے پانی حلق میں چلا گیا تو ان تمام صورت میں روزہ بھی جاتا رہا اور اعتکاف بھی ٹوٹ گیا۔ لیکن اگر روزہ ہی یاد نہ رہا اور بھول کر کچھ کھا پی لیا تو اس سے روزہ بھی نہیں ٹوٹا اور اعتکاف بھی فاسد نہیں ہوا۔ (درمختار وشامی، ج:۲، ص:۱۳۶)

۶:...... جماع کرنے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے خواہ یہ جماع جان بوجھ کر کرے یا سہواً دن میں کرے یا رات میں، مسجد میں کرے یا مسجد سے باہر، اس سے انزال ہو یا نہ ہو، ہر صورت میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ (ہدایہ)

۷:...... بوس وکنار اعتکاف کی حالت میں ناجائز ہے، اور اگر اس سے انزال ہوجائے تو اس سے اعتکاف بھی ٹوٹ جاتا ہے، لیکن انزال نہ ہو تو ناجائز

ہونے کے باوجود اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔(ہدایہ)

کن صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے؟

مندرجہ ذیل صورت میں اعتکاف توڑنا جائز ہے:

۱:...... اعتکاف کے دوران کوئی ایسی بیماری پیدا ہوگئی جس کا علاج مسجد سے باہر نکلے بغیر ممکن نہیں تو اعتکاف توڑنا جائز ہے۔(شامی)

۲:...... کسی ڈوبتے یا جلتے ہوئے آدمی کو بچانے یا آگ بجھانے کے لئے بھی اعتکاف توڑ کر باہر نکل آنا جائز ہے۔(ایضاً)

۳:...... ماں، باپ، بیوی، بچوں میں سے کسی کی سخت بیماری کی وجہ سے بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

۴:...... کوئی شخص زبردستی باہر نکال کرلے جائے مثلاً حکومت کی طرف سے گرفتاری کا وارنٹ آجائے تو بھی اعتکاف کا توڑنا جائز ہے۔(شامی)

۵:...... اگر کوئی جنازہ آجائے اور نماز پڑھنے والا کوئی اور نہ ہو تب بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

(فتح القدیر ص:۱۱۱، ج:۲)

ان تمام صورتوں میں باہر نکلنے سے گناہ تو نہیں ہوگا، لیکن اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

(البحرالرائق ص:۳۲۶، ج:۲)

اعتکاف ٹوٹنے کا حکم

۱:...... مذکورہ بالا وجوہ میں سے جس وجہ سے بھی اعتکاف مسنون ٹوٹا ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ جس دن میں اعتکاف ٹوٹا ہے، صرف اس دن کی قضا واجب ہوگی پورے دن کی قضا واجب نہیں (شامی) اور اس ایک دن کی قضا کا طریقہ یہ ہے کہ اگر اسی رمضان میں وقت باقی ہوتو اسی رمضان میں کسی دن غروب آفتاب سے اگلے دن غروب آفتاب تک قضا کی نیت سے اعتکاف کرلیں اور اگر اس رمضان میں وقت باقی نہ ہو یا کسی وجہ سے اس میں اعتکاف ممکن نہ ہوتو رمضان کے علاوہ کسی بھی دن روزہ رکھ کر ایک دن کے لئے اعتکاف کیا جاسکتا ہے، اور اگلے رمضان میں قضا کرے تو بھی قضا صحیح ہوجائے گی لیکن زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں، اس لئے جلد از جلد قضا کرنی چاہئے۔

۲:...... اعتکاف مسنون ٹوٹ جانے کے بعد مسجد سے باہر نکلنا ضروری نہیں، بلکہ عشرہ اخیرہ کے باقی ماندہ ایام میں نفل کی نیت سے اعتکاف جاری رکھا جاسکتا ہے، اس طرح سنت مؤکدہ تو ادا نہیں ہوگی لیکن نفلی اعتکاف کا ثواب ملے گا، اور اگر اعتکاف کسی غیر اختیاری بھول چوک کی وجہ سے ٹوٹا ہے تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ عشرہ اخیرہ کے مسنون اعتکاف کا ثواب بھی اپنی رحمت سے عطا فرمادیں، اس لئے اعتکاف ٹوٹنے کی صورت میں بہتر یہی ہے کہ عشرہ اخیرہ ختم ہونے تک اعتکاف جاری رکھیں، لیکن اگر کوئی شخص اس کے بعد اعتکاف جاری نہ رکھے تو یہ بھی جائز ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ جس دن کا اعتکاف ٹوٹا ہے اس دن باہر چلا جائے اور اگلے دن سے بہ نیت نفل پھر اعتکاف شروع کردے۔

۳:...... ایک دن کے اعتکاف کی قضا کا طریقہ اگرچہ فقہاء نے صاف صاف نہیں لکھا، لیکن قواعد سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر اعتکاف دن میں ٹوٹا ہوتو صرف دن کی قضا واجب ہوگی، یعنی قضا کے لئے صبح صادق سے پہلے داخل ہو، روزہ رکھے اور اسی روز شام کو غروب آفتاب کے وقت نکل آئے اور اگر اعتکاف رات کو ٹوٹا ہے تو رات اور دن دونوں کی قضا کرے یعنی شام کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو، رات بھر وہاں رہے، روزہ رکھے، اور اگلے دن غروب آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔ (کیونکہ یہ اعتکاف واجب ہے اور اعتکاف منذور کا حکم یہی ہے)۔

آداب اعتکاف

اعتکاف کا مقصد چونکہ یہ ہے کہ انسان دوسرے تمام مشاغل سے کنارہ کش ہوکر اللہ تعالیٰ ہی کی یاد کی طرف اپنے آپ کو لگائے، اس لئے اعتکاف کے دوران غیر ضروری کاموں اور باتوں سے بچنا چاہئے اور جس قدر وقت ملے نوافل پڑھنے، تلاوت قرآن کریم اور دوسری عبادتوں اور اذکار و تسبیحات میں وقت گزارنا چاہئے، نیز علم دین کے پڑھنے پڑھانے وعظ و نصیحت کرنے اور دینی کتابوں کے پڑھنے میں بھی نہ صرف یہ کہ کوئی حرج نہیں، بلکہ موجب ثواب ہے۔

مباحات اعتکاف

اعتکاف کی حالت میں مندرجہ ذیل کام بلاکراہت جائز ہیں: (۱) کھانا پینا، (۲) سونا، (۳) ضروری خرید و فروخت کرنا بشرطیکہ سودا مسجد میں نہ لایا جائے، اور خرید و فروخت ضروریات زندگی کے لئے ہو، لیکن مسجد کو باقاعدہ تجارت گاہ بنانا جائز نہیں،

(۴) حجامت کرانا (لیکن بال مسجد میں نہ گریں)،

(۵) بات چیت کرنا، (لیکن فضول گوئی سے پرہیز ضروری ہے)۔(شامی)

(۶) نکاح یا کوئی اور عقد کرنا۔

(بحر ج:۲، ص:۳۲۶)

(۷) کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا، سر میں تیل لگانا۔(خلاصۃ الفتاویٰ ج:۱، ص:۲۶۹)

(۸) مسجد میں کسی مریض کا معائنہ کرنا اور نسخہ لکھنا یا دوا بتادینا۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جدید ص:۵۰۱، ج:۶)

(۹) قرآن کریم یا دینی علوم کی تعلیم دینا۔

(شامی ص:۱۸۵، ج:۲)

(۱۰) کپڑے دھونا اور کپڑے سینا۔

(مصنف ابن شیبہ عن عطاء ص:۹۴، ج:۳)

البتہ کپڑے دھوتے وقت پانی مسجد سے باہر

گرے اور خود مسجد میں رہیں یہی حکم برتن دھونے کا بھی ہے۔

(۱۱) ضرورت کے وقت مسجد میں ریح خارج کرنا۔(شامی)

نیز جتنے اعمال اعتکاف کے لئے مفسد یا مکروہ نہیں ہیں اور فی نفسہٖ بھی حلال ہیں وہ سب اعتکاف کی حالت میں جائز ہیں۔

مکروہاتِ اعتکاف

اعتکاف کی حالت میں مندرجہ ذیل امور مکروہ ہیں:

۱:......بالکل خاموشی اختیار کرنا، کیونکہ شریعت میں بالکل خاموش رہنا کوئی عبادت نہیں، اگر خاموشی کو عبادت سمجھ کر کرے گا تو بدعت کا گناہ ہوگا، البتہ اگر اس کو عبادت نہ سمجھے، لیکن گناہ سے اجتناب کی خاطر حتی الامکان خاموشی کا اہتمام کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔(درمختار) البتہ جہاں ضرورت ہو وہاں بولنے سے پرہیز نہ کرنا چاہئے۔

۲:......فضول اور بلاضرورت باتیں کرنا بھی مکروہ ہے، ضرورت کے مطابق تھوڑی بہت گفتگو تو جائز ہے، لیکن مسجد کو فضول گوئی کی جگہ بنانے سے احتراز لازم ہے۔(منحۃ الخالق)

۳:......سامانِ تجارت مسجد میں لاکر بیچنا بھی مکروہ ہے۔

۴:......اعتکاف کے لئے مسجد کی اتنی جگہ گھیر لینا جس سے دوسرے معتکفین یا نمازیوں کو تکلیف پہنچے۔

۵:......اجرت پر کتابت کرنا یا کپڑے سینا یا تعلیم دینا بھی معتکف کے لئے فقہاء نے مکروہ لکھا ہے (بحر، ص:۳۲۷، ج:۲) البتہ جو شخص اس کے بغیر ایام اعتکاف کی روزی بھی کما نہ سکتا ہو، اس کے لئے بیع پر قیاس کرکے گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

☆☆..................☆☆

دیارِ محترم!

دیارِ محترم ہو اور میں ہوں
مدینے کا حرم ہو اور میں ہوں
مدینہ ہی ہو آنکھوں کا نگینہ
یہی بس جامِ جم ہو اور میں ہوں
جسے فرمایا ہے جنت کا روضہ
وہی باغِ ارم ہو اور میں ہوں
نوازا تھا مجھے اک بار جیسے
وہی لطف و کرم ہو اور میں ہوں
غمِ دنیا سے دل ہو پاک میرا
حضوری کا ہی غم ہو اور میں ہوں
مجھے سودا ہو زلفِ عنبریں کا
خیالِ پیچ و خم ہو اور میں ہوں
قلم لکھتا رہے نعتِ محمد ﷺ
مداوا چشمِ نم ہو اور میں ہوں
نہ قدرتؔ دردِ دل میں کچھ کمی ہو
اضافہ دم بہ دم ہو اور میں ہوں

مولانا قدرت اللہ قدرت مرادآبادی

مرزا صاحب کی پیشگوئیاں

تیسری قسط

مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ

اس عبارت اور اسی طرح کے دوسرے حوالوں میں مرزا صاحب نے حق کو چھپانے اور اپنی رسوائی پر پردہ ڈالنے کی انتہائی کوشش کی اور غلط بیانی سے کام لیا، جیسا کہ لکھا ہے:

’’رہا داماد اس کا (احمد بیگ) سو وہ اپنے رفیق اور خسر کی موت کے حادثہ سے اس قدر خوف سے بھر گیا تھا گویا کہ قبل از موت مر گیا۔‘‘ (انجام آتھم، ص:۲۹ حاشیہ، روحانی خزائن، ص:۲۹، ج:۱۱)

مرزا صاحب نے سیاہ جھوٹ لکھا ہے کہ مرزا سلطان محمد ڈر گیا تھا، اگر مرزا صاحب یا مرزائیوں میں ہمت ہوتی تو مرزا سلطان محمد کی کوئی تحریر پیش کرتے، ہم ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرتے ہیں کہ مرزا سلطان محمد صاحب نے مرزا صاحب کی پیشگوئی سے ذرہ بھر خوف نہیں کیا، اتنی دلیری اور اولوالعزمی دکھائی کہ مرزا صاحب کو بھی مجبور ہو کر لکھنا پڑا:

’’احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی، خط پر خط بھیجے گئے، ان سے کچھ نہ ڈرا۔ پیغام بھیج کر سمجھایا گیا، کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا، بلکہ وہ سب گستاخی اور استہزا میں شریک ہوئے، سو یہی قصور تھا کہ پیشگوئی کو سن کر پھر ناتہ کرنے پر راضی ہوئے۔‘‘ (اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ، مجموعہ اشتہارات، حاشیہ، ص:۹۵، ج:۲)

مرزا صاحب کی اس عبارت نے دو باتوں کا قطعی فیصلہ کر دیا، ایک یہ کہ مرزا سلطان محمد ہرگز نہیں ڈرا اور دوسرے یہ کہ مرزا سلطان محمد کا اصل قصور یہ تھا کہ وہ مرزا صاحب کی پیشگوئی کو سن کر بھی محمدی بیگم کے ساتھ ناتہ کرنے پر راضی ہو گیا، پس مرزا سلطان محمد کی توبہ اور رجوع اسی صورت میں ہو سکتے تھے کہ وہ مرزا صاحب کی پیشگوئی کو پورا کرنے میں ان کا ممد معاون ہو جاتا لیکن بقول مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری، وہ مرزا صاحب کے سینہ پر مونگ دلتا رہا اور مرزا صاحب کی پیشگوئی کی وجہ سے نہ ڈرا، نہ توبہ کی جیسا کہ اس نے خود لکھا ہے:

’’جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو میری موت کی پیشگوئی فرمائی تھی، میں

> **مرزا صاحب کو اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک محمدی بیگم کے نکاح کی جھلک نظر آتی رہی، کیا مرزا صاحب کی یہ دیرینہ اور الہامی تمنا پوری ہو گئی؟ آہ اس کا جواب بڑی حسرت اور افسوس سے نفی میں دیا جاتا ہے کہ تا حیات مرزا صاحب کا نکاح نہیں ہوا، یہاں تک کہ ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کے دن اس نکاح اور بستر عیش کی حسرت کو اپنے ساتھ قبر میں لے گئے**

نے اس میں ان کی تصدیق کبھی نہیں کی، نہ میں اس پیشگوئی سے کبھی ڈرا، میں ہمیشہ سے اور اب بھی اپنے بزرگان اسلام کا پیرو رہا ہوں۔‘‘ (۳؍مارچ ۱۹۲۳ء دستخط مرزا سلطان محمد ’’پٹی‘‘ از اخبار ’اہلحدیث‘ ۱۴؍مارچ ۱۹۲۳ء)

مرزا صاحب کے بیان اور مرزا سلطان محمد کی اپنی تحریر سے ثابت ہو گیا کہ سلطان محمد ہرگز نہیں ڈرا اور نہ اس نے مرزا صاحب کی تصدیق کی۔ ان حقائق کی موجودگی میں مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ سلطان محمد ڈر گیا، جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

اب ہم مرزا صاحب کی تحریرات پیش کرتے ہیں کہ اگر سلطان احمد ڈرتا بھی تو اس کو مفید نہ ہوتا کیونکہ اس کی موت تقدیر مبرم تھی۔ مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:

الف:... ’’میں بارہا کہتا ہوں کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے، اس کا انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس کو بھی پورا پورا کردے گا۔‘‘ (انجام آتھم، ص:۳۱ حاشیہ، روحانی خزائن حاشیہ ص:۳۱، ج:۱۱)

ب:... ’’شاتان تذبحان وکل من علیہا فان ولا تھنوا ولا تحزنوا الم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر‘‘ ... دو بکریاں ذبح کی جائیں گی، پہلی بکری سے مراد (مرزا احمد بیگ) ہوشیار پوری ہے اور دوسری بکری سے مراد اس کا داماد (سلطان محمد) ہے اور پھر فرمایا کہ تم سست مت ہو اور غم مت کرو۔ کیونکہ ایسا ہی ظہور میں آئے گا، کیا تو نہیں جانتا کہ خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم، ص:۵۶، ۵۷، روحانی خزائن حاشیہ، ص:۳۴۰،

۴۳۳، ج:۱۱)

ج:... ”یاد رکھو کہ اس پیشگوئی کی دوسری جزو پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا“ اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں، یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں، یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے، وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں، وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا، اس کی سنتوں اور طریقوں کا تم میں علم نہیں رہا، اس لئے تمہیں یہ ابتلاء پیش آیا۔“ (ضمیمہ انجام آتھم، ص:۵۴، روحانی خزائن، ص:۳۳۸، ج:۱۱)

د:... ”اس پیشگوئی کا دوسرا حصہ جو اس کے داماد کی موت ہے، وہ الہامی شرط کی وجہ سے دوسرے وقت پر جا پڑا اور داماد اس کا الہامی شرط سے اسی طرح متمتع ہوا جیسا کہ آتھم ہوا، کیونکہ احمد بیگ کی موت کے بعد اس کے وارثوں میں سخت مصیبت برپا ہوئی۔ سو ضرور تھا کہ وہ الہامی شرط سے فائدہ اٹھاتے اور اگر کوئی بھی شرط نہ ہوتی تاہم وعید سنت اللہ یہی تھی، جیسا کہ یونس کے دنوں میں ہوا، پس اس کا داماد تمام کنبہ کے خوف کی وجہ سے اور ان کے توبہ اور رجوع کے باعث سے اس وقت فوت نہ ہوا، مگر یاد رکھو کہ خدا کے فرمودہ میں تخلف نہیں اور انجام وہی ہے جو ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں، خدا کا وعدہ ہرگز ٹل نہیں سکتا۔“ (ضمیمہ انجام آتھم، ص:۱۳، روحانی خزائن، ص:۲۹۷، ج:۱۱)

قارئین! عبارت بالا میں مرزا صاحب نے کس بلند آہنگی اور شد و مد سے مرزا سلطان محمد کی موت کا اعلان کیا، اس کی موت کو تقدیر مبرم اور اٹل قرار دیا اور اقرار کیا کہ اگر یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی تو میں جھوٹا اور ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا، نتیجہ صاف ہے، مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اگلے جہاں کی طرف لڑھک گئے اور مرزا سلطان محمد اپریل ۱۹۳۲ء تک زندہ ہیں۔

قارئین! مرزا صاحب نے ۱۸۸۸ء میں بقول خود خدا تعالیٰ سے خبر پاکر اور اس کی اجازت سے محمدی بیگم کے نکاح کا اشتہار دیا، اس کے بعد اس آسمانی نکاح کے متعلق بارش کی طرح مرزا صاحب پر تابڑتوڑ الہامات برستے رہے، جن کا تھوڑا سا نمونہ ہم گزشتہ صفحات میں درج کر چکے ہیں۔ ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے دل میں یقین کامل تھا کہ محمدی بیگم ان کے نکاح میں ضرور آئے گی۔ یہاں تک کہ جون ۱۹۰۵ء تک مرزا صاحب اس نکاح سے مایوس نہ ہوئے تھے، جیسا کہ انہوں نے فرمایا:

”اور وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئے گی، سو ایسا ہی ہوگا۔“

(اخبار الحکم ۳۰ رجون ۱۹۰۵ء ص:۲، کالم ۲)

حوالہ جات سابقہ کے علاوہ ہم مرزا صاحب کا ایک فیصلہ کن حوالہ نقل کرتے ہیں، جہاں مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کو تقدیر مبرم قرار دیا ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

ترجمہ: ”پھر میں نے تم سے یہ نہیں کہا کہ یہ جھگڑا یہیں ختم ہوگیا اور نتیجہ یہی تھا جو ظاہر ہوگیا اور پیشگوئی کی حقیقت اس پر ختم ہوگئی بلکہ یہ امر اپنے حال پر قائم ہے اور کوئی شخص حیلہ کے ساتھ خود اس کو رد نہیں کرسکتا اور یہ تقدیر خدائے بزرگ کی جانب سے تقدیر مبرم ہے، عنقریب اس کا وقت آئے گا۔ پس اس خدا کی قسم جس نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے مبعوث فرمایا اور آپ کو تمام مخلوقات سے بہتر بنایا کہ یہ حق ہے کہ تو عنقریب دیکھے گا اور میں اس کو اپنے صدق و کذب کے لئے معیار قرار دیتا ہوں اور یہ میں نے اپنے رب سے خبر پاکر کہا۔“

(انجام آتھم، ص:۲۲۳، روحانی خزائن، ص:۲۲۳، ج:۱۱)

عبارت بالا میں مرزا صاحب نے کس صراحت سے محمدی بیگم کے خاوند کے مرنے اور اس کے ساتھ اپنا نکاح ہونے کو تقدیر مبرم قرار دیا ہے اور اس کی صداقت پر خدائے واحد و قدوس کی قسم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر یقین دلانے کی کوشش کی ہے اور اس کو اپنے صدق و کذب کا معیار بھی قرار دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی اعلان کردیا ہے کہ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے: ”اللہ تعالیٰ کے الہام اور وحی سے کہا ہے“ مرزا صاحب کا یہ بیان اتنا واضح اور مشرح ہے کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔

مرزائی دوستو! بتاؤ کہ مرزا صاحب کی بیان کردہ تقدیر مبرم کے بخئے کیوں اُدھڑ گئے؟ اور جو

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 2514972-2531133

صدق وکذب کا معیار بحوالہ وحی الٰہی قرار دیا گیا تھا اس کی رو سے مرزا صاحب کاذب ثابت ہوئے یا نہیں؟ سوچ کر جواب دینا۔

سخت ناانصافی ہوگی اگر میں نکاح آسمانی کے متعلق مرزا صاحب کی مستقل مزاجی کی تعریف نہ کروں۔ اللہ اللہ ۱۸۸۸ء سے لے کر ۱۹۰۷ء تک کا طویل عرصہ جس صبر، امید اور یقین کامل کے ساتھ گزارا، اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ خدا پے درپے الہامات نازل کر رہا تھا کہ نکاح ہوگا اور ضرور ہوگا، خدا کا وعدہ سچا ہے، خدا کی باتیں ٹلا نہیں کرتیں، تیرا خدا تمام موانعات دور کرے گا، یعنی مرزا سلطان محمد ضرور مرجائے گا اور محمدی بیگم بیوہ ہوکر تیرے نکاح میں آئے گی لیکن صبر کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ آخر ۱۹۰۷ء میں مرزا صاحب اس نکاح سے کچھ مایوس سے ہوگئے، کیونکہ دن بدن ان کی جسمانی حالت انحطاط کی طرف جاری تھی اور قوت باہ کا وہ نسخہ جو فرشتے نے انہیں بتایا تھا اور جس کے کھانے سے پچاس مردوں کی قوت ان میں پیدا ہوگئی تھی۔ (تریاق القلوب، ص:۶۷، روحانی خزائن، ص:۲۰۲، ج:۱۵) غالباً اس کا اثر بھی زائل ہو چکا تھا، ادھر دیکھا کہ رقیب خوش نصیب کی زندگی ختم ہونے میں نہیں آتی۔ ان سب قرائن سے اندازہ کر کے یہ اعلان کردیا۔

"یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ درست ہے مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا، خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ: "ایتھا المراۃ توبی توبی فان البلاء علی عقبک" پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کردیا تو نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔"

(تتمہ حقیقت الوحی، ص:۱۳۲،۱۳۳، روحانی خزائن، ص:۵۷۰، ج:۲۲)

مرزا صاحب نے اس دورنگی چال کے اختیار کرنے میں اس دل جلے عاشق کی اتباع کی ہے، جس نے اپنے معشوق سے التجا کی تھی کہ:

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج
بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

یہ عبارت بھی باآواز بلند اعلان کر رہی ہے کہ جناب مرزا صاحب محمدی بیگم کے نکاح سے کلیتاً مایوس نہیں ہوئے تھے۔ ایک طرف تو ظاہری قرائن کو دیکھتے ہوئے تمام امیدیں مبدل بہ یاس ہو چکی تھیں اور دوسری طرف دل کی تڑپ ڈھارس بندھائے جاتی تھی کہ شاید اگر عمر نے وفا کی تو گوہر مقصود ہاتھ لگ جائے۔ اس لئے دو دلی میں یہ الفاظ لکھ دیئے کہ نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔

غرضیکہ مرزا صاحب کو اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک محمدی بیگم کے نکاح کی جھلک نظر آتی رہی، کیا مرزا صاحب کی یہ دیرینہ اور الہامی تمنا پوری ہوگئی؟ آہ اس کا جواب بڑی حسرت اور افسوس سے نفی میں دیا جاتا ہے کہ تاحیات مرزا صاحب کا نکاح نہیں ہوا، یہاں تک کہ ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء کے دن اس نکاح اور بستر عیش کی حسرت کو اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔

اب ان کی قبر سے گویا یہ آواز آرہی ہے:

دل کی دل میں ہی رہی بات نہ ہونے پائی
حیف ہے ان سے ملاقات نہ ہونے پائی

اب ہم مرزا صاحب کا آخری فتویٰ ان کے مریدوں کو سناتے ہیں، جیسا کہ انہوں نے تحریر فرمایا ہے:

"سوچنا چاہئے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے، بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہوجائیں گی تو اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوجائیں گے، ان بیوقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کردیں گے۔" (ضمیمہ انجام آتھم، ص:۵۳، روحانی خزائن، ص:۳۳۷، ج:۱۱)

مرزائیو! سن لیا مرزا جی نے کیا کہا ہے؟ فرماتے ہیں کہ اس پیشگوئی کے خاتمہ پر ان بے وقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کردیں گے لیکن ایسا کن کے حق میں ہوگا۔ فیصلہ جن کے خلاف ہوگا، پھر کیا ہوا مجھ سے نہیں مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور سے سن لو، فرماتے ہیں: "یہ سچ ہے کہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ نکاح ہوگا اور یہ بھی سچ ہے کہ نہیں ہوا۔"

(اخبار پیغام صلح، لاہور، ۱۹ر جنوری ۱۹۲۱ء)

سچ ہے:

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

میرے پرانے دوستو! خدا عالم الغیب کو حاضر ناظر سمجھتے ہوئے سچ سچ بتانا کہ مرزا صاحب کا بیان کردہ فتویٰ خود ان پر اور ساتھ ہی تم پر الٹ کر پڑا یا نہیں؟ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

(جاری ہے)

سہ ماہی ردّ قادیانیت تربیتی کلاس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں گاہے بگاہے ردّ قادیانیت پر تیاری کے لئے وفاق المدارس کے سند یافتہ علماء کرام کی سہ ماہی کلاس کا اہتمام کیا جاتا ہے

امسال: ۱۰ر شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ سے مجوزہ کلاس کا آغاز ہوگا

کلاس میں شرکت کے خواہش مند حضرات کا ''جیداً جداً'' میں وفاق کا سند یافتہ ہونا ضروری ہے۔ نیز اردو تعلیم میں میٹرک پاس ہونا ضروری ہے۔ شرکاء کورس کو قیام وطعام کے علاوہ 1000 روپے اعزازیہ بھی دیا جائے گا۔

ذوق مناظرہ اور شوق تبلیغ رکھنے والے نئے علماء کرام توجہ فرمائیں

☆......کورس میں شرکت کے متمنی جلد از جلد درخواست قلمی، سادہ کاغذ پر بھجوادیں۔

☆ ...... فوٹو کاپی سند وفاق المدارس، فوٹو کاپی سند میٹرک، فوٹو کاپی شناختی کارڈ ہمراہ درخواست لف کریں۔

رابطہ کیلئے: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی (مرکزی ناظم تبلیغ)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ ملتان، فون: 4583486-4783486، فیکس: 061-4542277

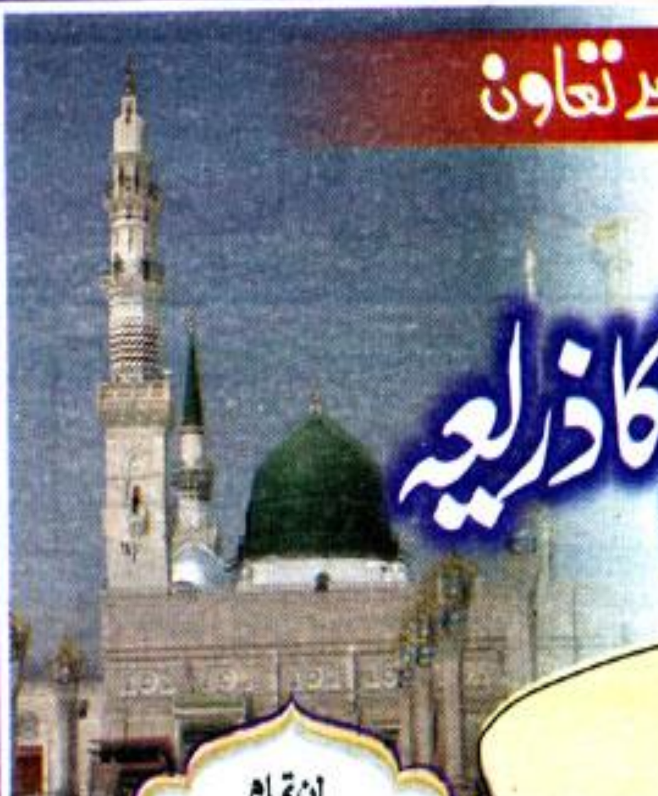

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت سے تعاون

شفاعت نبی اکرم ﷺ کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوت اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاتر ختم نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام
صدقاتِ جاریہ میں
شرکت کے لئے زکوٰۃ،
صدقات، فطرہ، عطیات
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت
کو دیجیے

نوٹ

مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تا کہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے۔

اپیل کنندگان

عبدالمجید لدھیانوی

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
نائب امیر مرکزیہ

مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد صاحب
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری صاحب
مرکزی ناظم اعلیٰ

ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون: 061-4583486, 061-4783486 اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ، ملتان
جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
فون: 021-32780337 فیکس: 021-32780340 اکاؤنٹ نمبر: 363-8 اور 927-2 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ